لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب (بخاری)

ازالۃ الاوھام

فی

وجوب الفاتحہ خلف الامام

مرتبہ

ابوالوفا عبدالحمید ثاقب فاضل عربی

خطیب جامع مسجد اہلحدیث احمد پورہ سیالکوٹ (پاکستان)

لهُ الحمد
فا قرؤ اما تیسر من القرآن
المزمل پ ۲۹
لاصلوٰۃ لمن لم یقرأبفا تحۃ الکتاب
(بُخاری)
ازالۃ الاوھام
فی
وجوب الفاتحۃ خلف الامام
مرتبہ :
ابوالوفا عبد الحمید ثاقب فاضل عربی
خطیب جامع مسجد اہل حدیث احمد پورہ سیالکوٹ (پاکستان)

نام کتاب :- ازالۃ الاوھام فی وجوب الفاتحۃ خلف الامام

مؤلف و مرتب :- شیخ الحدیث مولانا **عبدالحمید** ثاقب فاضل عربی

خطیب جامع مسجد اہلحدیث احمد پورہ سیالکوٹ

مقدمہ و تقریظ :- شیخ الحدیث مولانا سید محمد اکرم گیلانی گوجرانوالہ

ناشر :- والدہ الحاج محمد شفیق سیٹھی سیالکوٹ

تعداد :- ایک ہزار (۱۰۰۰)

سن اشاعت :- ۱۹۹۹ء بار اول

کمپوزنگ :- گیلانی کمپیوٹر گرافکس چوک نیائیں

ناگی مارکیٹ گوجرانوالہ۔ فون 211665

ملنے کے پتے

۱- جامع مسجد اہل حدیث احمد پورہ سیالکوٹ۔

۲- توحید پارک نزد شالیمار ٹاؤن سٹاپ کوٹلی پیر احمد شاہ گوجرانوالہ۔

۳- مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ۔

۴- اعجاز بک ڈپو انار کلی بازار بھوپال والا۔

۵- گیلانی کمپیوٹر گرافکس چوک نیائیں گوجرانوالہ فون۔ 211665

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ و تقریظ

توحید الٰہی کے بعد اسلام کا پہلا حکم

رسول کریم ﷺ جب مبعوث ہوئے تو عقیدہ توحید کے بعد سب سے پہلا حکم جو آپؐ کو ملا وہ نماز کا تھا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یَاَیُّھَا الْمُدَثِّرُہ قُم فَاَنذِرہ وَ رَبَّکَ فَکَبِّرہ (پ ۲۹ المدثر)

اے چادر اوڑھنے والے۔اٹھو اور ڈراؤ۔اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔

آیات کریمہ میں نماز کی بنیادی تعلیم کا بیان ہے۔اس کے بعد رفتہ رفتہ متعدد مدارج کو طے کرتی ہوئی تکمیل کو پہنچ گئی تو تمام اہل اسلام کو حکم ہوا۔

اَقِیمُو الصَّلٰوۃَ (پ ۱ البقرۃ) اے ایماندارو سب ہی نماز کو قائم کرو

فَصَلِّ لِرَبِّکَ (پ ۳۰ کوثر) اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھو

اسلام کی عبادت کا یہ پہلا رکن ہے جو امیر وغریب۔بوڑھے جوان۔عورت مرد۔بیمار تندرست۔سب پر یکساں فرض ہے۔یہی وہ عبادت ہے جو کسی شخص سے کسی حال میں بھی ساقط نہیں ہوتی اگر اس فرض کو کھڑے ہو کر ادا نہیں کرسکتے تو بیٹھ کر ادا کرو اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو لیٹ کر پڑھ لو اگر منہ سے نہیں بول سکتے تو اشاروں سے ادا کرلو۔اگر حالت جنگ میں دشمن کے سامنے رک کر نہیں پڑھ سکتے تو چلتے چلتے ہی پڑھ لو۔قبلہ رخ ادا نہیں کرسکتے تو جس طرف موقع ہو حالت مجبوری میں اسی طرف ہی رخ کرکے پڑھ سکتے ہو۔غرضیکہ یہ اتنی اہم عبادت ہے کہ جب تک زندگی اور ہوش قائم ہے ساقط نہیں ہوگی۔

اہمیت نماز

مسئلہ نماز کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ تمام ارکان اسلام اور عبادات کا نزول اور حکم بذریعہ وحی الٰہی زمین پر ہوا ہے ۔لیکن جب فرضیت نماز کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کو معراج پر اپنے پاس بلا کر تعداد نماز کو فرض کیا ۔

نماز کا فائدہ

دین ودنیا کی کامیابی اور کامرانی نماز ادا کرنے سے ہی ملتی ہے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤمِنُونَ ہ اَلَّذِینَ ھُم فِی صَلَاتِہِم خَاشِعُونَ

(پ ۱۸ المومنون)

خشوع سے نماز پڑھنے والے ایماندار کامیاب ہیں ۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ہ وَ ذَکَرَاسمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ہ (پ ۳۰ الاعلیٰ)

وہ شخص کامیاب ہوا جس نے تزکیہ نفس کیا اور اپنے پروردگار کو یاد کیا پس نماز پڑھی

مندرجہ بالا آیات مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ اہل اسلام کی فلاح و کامیابی نماز ادا کرنے میں ہی ہے ۔اگر کسی قوم میں نماز نہ ہو تو ان کی فلاح و کامیابی ممکن نہیں اسی لئے تاکید ہے کہ جب تمہارے بچے سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم کیا کرو اگر دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں نماز ادا نہ کریں تو ان کو مارو۔

﴿نماز ادا نہ کرنے کا نقصان﴾

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

بَینَ العَبدِ وَبَینَ الکُفرِ ترکُ الصلٰوۃِ (مشکوٰۃ ص ۵۸)

ایماندار بندے اور کفر کے درمیان نماز کا ترک ہے۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ جس مسلمان نے نماز چھوڑ دی وہ پورا مسلمان نہ رہا۔

﴿تارک نماز کے متعلق فتوی﴾

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی "بے نماز کے متعلق یہ فتویٰ صادر فرماتے ہیں۔

لَا یُصَلّٰی عَلَیهِ وَ لَا یُدفَنُ فِی مَقَابِرِ المُسلِمِینَ.

(غنیۃالطالبین ص ۱۱۱ ج۲عربی)

بے نماز پر جنازہ نہ پڑھا جائے اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اسے دفن کیا جائے۔

حضرت پیر جیلانیؒ بے نماز سے کتنی نفرت کرتے ہیں کہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا بھی گوارا نہیں فرماتے۔

﴿قیامت کے دن پہلا حساب﴾

آنحضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ

اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ بِهِ العَبدُ یَومَ القِیَامَةِ الصَّلٰوۃُ (مشکوٰۃ)

قیامت کے دن سب سے پہلے بندے کی نماز کا حساب کیا جائے گا۔

﴿نماز سے ہی اصلاح معاشرہ ہوتی ہے﴾

نماز کی افادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ (پ ۲۱ العنکبوت)

نماز ہی بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

مندرجہ بالا حوالجات سے نماز کی حقیقت اور اس کے فوائد و نقصانات پر روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ نماز پڑھنے کے یہ فوائد ہیں اور نہ پڑھنے کے یہ نقصانات ہیں۔اس لئے تمام اہل اسلام کو سنت نبوی ﷺ کے مطابق نمازادا کرنی چاہئے اور اپنے اہل وعیال کو بھی نماز کی پابندی اختیار کرنے پر متوجہ کرنا چاہئے اسی میں دین ودنیا کی فلاح اور خیر وبرکت ہے۔

ایسا نہ ہو کہ

؎مسجد تو بنالی شب بھر میں ایمان کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں سے نمازی بن نہ سکا

نماز کو ضائع کرنے والے کی سزا

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام کے ذکر خیر کے بعد فرماتے ہیں۔

فَخَلَفَ مِن بَعدِهِم خَلفٌ اَضَاعُو االصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُو االشَّهَوَاتِ فَسَوفَ يَلقَونَ غَيًّاہ **(پ۱۶ مریم)**

پس ان کے جانشین نا اہل ہوئے جنھوں نے نماز کو ضائع کردیا اور خواہشوں کی پیروی کی عنقریب وہ دوزخ میں داخل ہو نگے۔

مندرجہ بالاآیت مبارکہ سے واضح ہو تا ہے کہ نماز کو ضائع کرنے والے کو جہنم میں سزا ملے گی یا د رہے کہ نماز کو ضائع کرنے کا مقصد صرف یہ نہیں کہ اس کو چھوڑ دیا جائے وقت پر ادا نہ کیا جائے بلکہ اس کی حقیقت شرعیہ میں تغیرو تبدل کرنا بھی اس میں شامل ہے۔وہ ارکان جن کو شریعت اسلامیہ نے فرض قراردیا ہے کسی امتی کو کوئی حق حاصل نہیں کہ اس میں تصرف کرے۔

رکوع و سجود۔تعدیل ارکان میں اطمینان نہ کرنا بھی نماز کو ضائع کرنا ہے۔اور ایسی نماز ہی نماز پڑھنے والے کے لئے بد دعا کرتی ہے کہ تجھے اللہ اسی طرح ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا ہے اور یہ نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتی ہے۔

فقہائے احناف کی نماز

ہمارے فقہائے احناف نے جہاں شرعی احکام میں عقل وقیاس سے دخل اندازی فرمائی ہے وہاں حقیقی اور اسلامی نماز کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا ہے اوقات نماز سے لے کر اختتام نماز تک ایسے ایسے عقلی و لغوی مسائل تخریج کئے گئے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے نماز کے متعلق وحی الٰہی کی کوئی تعلیم ہی نہیں ہے۔یہ صرف

فقہائے احناف کے رحم وکرم پر ہی چل رہی ہے'
اگر یہ نہ ہوتے تو بیچاری نماز کا کوئی پرسان حال نہ ہوتا۔
حنفی فقہ میں نماز کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا ہے اس میں اول وقت کو ضائع کیا گیا رکوع و سجود کو لغت عربی کے ساتھ متعین فرمایا گیا۔نماز کے اذکار کو غیر ضروری قرار دیا گیا طریقہ سلام متعین فرماکر اسلامی نماز کے ساتھ مذاق کیا گیا یہ با لکل آیت مبارکہ کا مصداق ہے۔
اَضَاعُو الصَّلٰوۃِ کہ ان لوگوں نے نماز شرعی کو ضائع کردیا جبکہ فرمان نبوی ﷺ یہ تھا۔ صَلُّو کَمَا رَأیتُمُو نِی اُصَلِّی (بخاری شریف)
تمام لوگوں کو حکم ہوا کہ میرے طریقہ پر نماز ادا کرو کاش کہ فقہاء کرام مسائل نماز بیان کرتے وقت بخاری و مسلم کو پیش نظر رکھ لیتے تو یہ جگ ہنسائی نہ ہوتی اور لوگ ان کی نماز سے دوری اختیار نہ کرتے لیکن ہوا یہ کہ فقہاء عظام کی مقررہ صورت نماز کو دیکھ کر سمجھ دار لوگوں نے فقہاء کرام کے ساتھ چلنا ہی چھوڑ دیا اور محدثین کے طریقہ نماز کو قبول کرلیا چنانچہ سلطان محمود غزنویؒ کا واقعہ جس کو امام ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں۔

فَتَبرَّءَ المَلِكُ وَكَانَ حَنفِياً مِن هٰذا المَذهَبِ

(منهاج السنه ج۲ ص ۹۳)

سلطان محمود غزنویؒ حنفی المذہب تھا لیکن فقہائے احناف کی نماز کو دیکھ کر حنفیت سے بیزار ہو گیا۔
امام ابن خلکانؒ کے حوالہ سے علامہ کمال الدین دمیری مرحوم لکھتے ہیں۔
اِنَّ السُّلطَانَ المَذکُورَ کَانَ حَنَفِي المَذهَب .

سلطان محمود غزنویؒ مذھباً حنفی تھے۔
امام قفال مروزی نے جب حنفی اور شافعی نماز کا تقابل ان کے سامنے پیش کیا تو وہ حنفیت کو چھوڑ گئے علامہ دمیری مرحوم لکھتے ہیں

فَاَعرَضَ السُّلطَانُ عَن مَذهَبِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَ تَمَسَّكَ بِمَذْهَبِ الشَّافِعِی

(حیوۃ الحیوان ص۲۲۳ ج ۲)

سلطان محمودؒ غزنوی نے حنفی مذہب کو چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کرلیا۔
یہ واقعہ تاریخ وفیات الاعیان ابن خلکان ۔ تاریخ ابن اثیر۔ منہاج السنۃ اور حیاۃ الحیوان الکبریٰ میں تفصیلاً مذکور ہے۔
مندرجہ بالا واقعہ کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء عظام نے حنفیت کی خدمت کے پردہ میں دراصل حنفیت سے بیزاری کا سامان فراہم کیا ہے یہ کونسی خدمت ہے جس کو دیکھ کر سمجھ دار لوگ حنفیت سے ہی کنارہ کشی اختیار کرلیں۔
ایسی ہی نماز کا تذکرہ قرآن پاک میں ان الفاظ سے کیا گیا ہے۔

وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (پ ۳۰النساء)

اور جب کھڑے ہوتے ہیں نماز کی طرف تو کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھلاتے ہیں اللہ تعالیٰ کو تو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ (پ ۳۰الماعون)

پس ہلاکت ہے ایسے نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے بے خبر ہیں۔
مذکورہ بالا آیات مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کئی نمازی بھی ایسے ہیں جن پر افسوس کا اظہار فرمایا جارہا ہے کہ ان کی نماز اسلامی و شرعی طریقہ کے مطابق نہیں ہوتی۔ نماز

میں بد ذوقی نہ خشوع و خضوع ۔رکوع و سجود اور قومہ میں تعدیل ارکان نہیں وظائف میں توجہ نہیں پوری نماز ہی عدم اطمینان کا شکار ہے ۔یہی دراصل نماز کو ضائع کرنا ہے جو کہ پڑھی بھی گئی لیکن ادا نہ ہوئی تمام اہل اسلام کو شرعی و اسلامی طریقہ پر نماز پڑھنی چاہیے

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

﴿فرائض نماز کا تذکرہ﴾

فرائض نماز کے تذکرے میں صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی ” حنفی فرماتے ہیں

فَرائِضُ الصَّلٰوۃِ سِتَّۃٌ التَّحرِیمَۃُ. وَ القِیَامُ. وَ القِراءَ ۃُ.
وَ الرُّکُو عُ.وَالسُّجُودُ.وَ القَعدَۃُ فِی آخِرِ الصَّلٰوۃِ (ھدایہ اولین ص۹۸)

نماز کے فرائض چھ ہیں تکبیر تحریمہ۔ قیام۔قرأۃ۔ رکوع۔ سجود۔ اور آخری قعدہ۔
فقہ حنفیہ کی دوسری کتب مثلاً کنز الدقائق ۔شرح وقایہ اور قدوری وغیرہ میں بھی نماز کے فرائض یہی منقول ہیں ۔

مذکورہ بالا فرائض میں زیر بحث فریضہ نماز میں قرأۃ کرنے کا ہے فقہاء احناف کے نزدیک نماز میں ایک آیت طویل یا تین آیات کی تلاوت کر لی جائے تو فریضہ قراء ت ادا ہو جاتا ہے چناچہ ہدایہ میں ہے کہ۔

وَ اَدنٰی مَا یُجزِئُ مِنَ القِرأۃِ فِی الصَّلٰوۃِ آیَۃٌ عِندَ اَبِی حَنِیفَۃَ وَ قَالَاثَلاث

آیاتٍ قِصَارٍ اَوْ آیةٌ طَوِیلَةٌ ۔ (ھدایہ ص ۱۱۸)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز میں ایک آیت کفائت کرجاتی ہے اور صاحبین فرماتے ہیں چھوٹی تین آیات یا طویل ایک آیت ہی کافی ہے۔

مذکورہ بالا مسئلہ کی دلیل ہدایہ میں ہی موجود ہے فرمان الٰہی ہے۔

فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (ھدایہ ع ۱۱۸)

جو قرآن میں آسان ہو وہ پڑھو۔

مندرجہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ نماز میں قرأت کرنا فرض ہے۔جو کہ ہر نمازی کا وظیفہ ہے اور اسی قرأۃ کو نماز کا رکن شمار کیا گیا ہے کیونکہ فرض اور رکن ایک ہی معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور رکن اسے کہتے ہیں جو کہ نماز کے اندر فرض ہو اور نماز کا جزء اور حصہ ہو اس کے بغیر نماز نہ ہو۔

﴿نماز میں کون سی قرأت رکن ہے﴾

اس میں تو کوئی نزاع نہیں کہ نماز میں قرأۃ کرنا فرض یا رکن ہے۔معلوم یہ ہونا چاہئے کہ نماز میں کون سی قرأت فرض یا رکن ہے فقہاء احناف تو مطلقاً قرأۃ کو فرض قرار دیتے ہیں کہ نمازی قرآن مجید کے کسی مقام سے بھی ایک آیت یا تین آیات تلاوت کرے گا تو فریضہ قرأت ادا ہو جائے گا۔لیکن اہل حدیث کا دلائل کی روشنی میں موقف یہ ہے کہ ہر نمازی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔نماز خواہ فرض ہو۔نفل ہو۔عیدین ہو۔نماز جنازہ ہو گویا کہ جسے نماز کہا جاتا ہے اس میں سورۂ فاتحہ کی قرأۃ لازمی لابدی اور فرض ہے سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر کوئی نماز نہ ہوگی۔اس کے دلائل مختصر طور پر مندرجہ ذیل ہیں۔

﴿دلیل نمبر ۱﴾

ارشادباری تعالیٰ ہے۔

فَاقرَؤُا مَا تَیَسَّرَمِنَ القُرآن ہ (پ۲۹المزمل)

قرآن مجید سے جو آسان ہو (نماز میں) پڑھو۔

آنحضرت ﷺ کی زبان اقدس سے مَاتَیَسَّرَ کا بیان جو احادیث مبارکہ میں موجود ہے وہ یہ ہے۔

اِذَا قُمتَ اِلیٰ الصَّلوٰۃِ فَکَبِّر ثُم اقرءَ مَاتَیَسَّرَ مَعَكَ مِنَ القُرآن

(ابو داؤد مع عون المعبود ج۱ ص۳۱۹)

جب نماز کی طرف کھڑا ہو تو اللہ اکبر کہہ کر پھر قرآن سے جو آسان ہے پڑھ

دوسری حدیث میں اس کی صراحت ان الفاظ میں فرمائی

اِذَا قُمتَ فَتَوَجَّهتَ اِلیٰ القِبلَةِ فَکَبِّر ثُمَّ اقرءَ بِاُمِّ القُرآن ہ

(ابوداؤد مع عون المعبود ج۱ ص ۳۲۱)

جب نماز کے لئے کھڑا ہو تو منہ قبلہ کی جانب کرکے اللہ اکبر کہہ پھر سورۃ فاتحہ کو پڑھ۔

(فائدہ) قرآن مجید میں جس قرأت کو مَاتَیَسَّرَ کہہ کر نماز میں پڑھنا فرض قرار دیا گیا تھا سنن ابو داؤد کی دونوں احادیث نے وضاحت کر دی ہے کہ اس قرأت سے مراد نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا ہے۔آیت مبارکہ کا سورہ فاتحہ کے ساتھ مفہوم متعین ہو جانے کے بعد کسی دوسری دلیل کی ضرورت تو نہیں رہتی تاہم اہل علم نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے جو کچھ ذکر فرمایا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے۔

شیخ المشائخ سید عبدالقادر جیلانی ؒ فرماتے ہیں ۔

فَاِنَّهَا فَرِيضَةٌ وَ هِيَ رُكنٌ تبطُلُ الصَّلوٰةُ بتر كِهَا

(غنية الطالبين ص ۱۱۳ ج ۲ عربی)

نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے کیونکہ یہ وہ رکن ہے جس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے ۔

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں ۔

نماز کی دو حدیں ہیں

وَالحَدُّ الاَوَّلُ يَشمَلُ عَلٰى مَا يَجِبُ اِعَادَةُ الصَّلوٰةِ بِتَركِهٖ وَ مَا ذَكَرَ النَّبِىُّ ﷺ بِلَفظِ الرُّكنِيَةِ قَولِهٖ ﷺ لَا صَلوٰةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الكِتَابِ

(حجة الله البالغة ص ٤ ج ۲ عربی)

حد اول اس پر مشتمل ہے کہ اس کے چھوڑنے سے نماز کو لوٹانا واجب ہو اور اسے فرمان نبوی ﷺ نے رکن فرمایا ہو جیسا کہ فرمان ہے سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی ۔

مندرجہ بالا حوالجات سے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ رکن نماز ہے اس کے پڑھے بغیر کوئی نماز نہ ہوگی مشہور اہل علم حنفی بزرگ علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نماز میں سورہ فاتحہ کی فرضیت کے متعلق لکھتے ہیں۔

نماز میں مختلف حالتوں میں مختلف وظائف ذکر ہیں ۔جو شخص جو نسا وظیفہ چاہے پڑھ سکتا ہے لیکن ایک وظیفہ جو کہ سب کے لئے یکساں برابر اور ضروری ہے جس کو کوئی نمازی چھوڑ نہیں سکتا وہ ہے جس سے کلام اللہ کی ابتداء ہوتی ہے یعنی سورہ

فاتحہ ۔نیز فرماتے ہیں لیکن نماز کی وہ اصلی دعا جس سے ہمارے قرآن کا آغاز ہوتا ہے جس کے نماز میں پڑھنے کی تاکید آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے ۔جس کو آپؐ نے تمام عمر نماز کی ہر رکعت میں پڑھا ہے اور اس وقت سے لے کر آج تک تمام مسلمان پڑھتے آئے ہیں وہ سورہ فاتحہ ہے ۔جو مقاصد نماز کے ہر پہلو پر حاوی اور محیط ہے ۔اسی لئے وہ اسلام میں نماز کی اصلی دعا ہے یہ وہ دعا ہے جو خدا نے بندوں کی بولی میں اپنے منہ سے ادا کی ۔

اَلحَمدُ للّٰہِ رَبِّ العَالَمِین ٥ حمد ہو اس اللہ کی جو سب جہانوں کا پروردگار ہے

اَلرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ٥ رحم فرمانے والا مہربان ہے

مَالكِ یَومِ الدِّینِ ٥ ہمارے عمل کے بدلے کے دن کا مالک ہے

اِیَّاكَ نَعبُدُ وَاِیَّاكَ نَستَعِینُ ٥ اے آقا ہم تجھ کو پوجتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں

اِھدِنَاالصِّرَاطَ المُستَقِیمَ ٥ تو ہم کو سیدھے راستے پر چلا

صِراطَ الَّذِینَ اَنعَمتَ عَلَیھِم ٥ ان کا راستہ جن پر تو نے فضل کیا

غَیرِالمَغضُوبِ عَلَیھِم وَلَاالضَّالِّینَ ٥ ان کا راستہ نہیں جن پر غضب آیا اور نہ ان کا جو بھک گئے۔

اس دعا کو ختم کر کے آمین کہتے ہیں ۔یعنی اے خدا تو اس کو قبول کر ۔یہ وہ دعا ہے جس کو ہر مسلمان ہر نماز میں دہراتا ہے جس کے بغیر ہر نماز ادھوری اور نا تمام رہتی ہے۔ (سیرت النبیؐ ج۵ ص۹۸)

(فائدہ) مقام غور ہے کہ احناف بزرگوں کے نزدیک بھی سورہ فاتحہ ہی وہ قرأۃ

ہے جس کو نماز کی ہر رکعت میں پڑھنے کی تاکید کی ہے ورنہ نماز نہ ہوگی۔

﴿دلیل نمبر ۷﴾

وَ لَقَد آتَینَاكَ سَبعاً منَ المَثَانِی وَ القُرآنَ العَظِیمَ ہ (پ ۱۴ الحجر)

ہم نے آپ کو سبع مثانی اور قرآن عظیم دیا ہے ۔

آیت مبارکہ میں سب کے نزدیک سبع مثانی سے مراد سورہ فاتحہ ہے جس کی بالاتفاق سات آیات ہیں۔

﴿سورہ فاتحہ کو سبع مثانی کیوں کہتے ہیں﴾

حضرت امام ابن کثیرؒ اس کی وجہ تسمیہ لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ۔

وَصَحَّ تَسمِیَتُهَا بِالسَّبعِ المَثَانِی قَالُوا لِاَنَّهَا تُثَنّٰی فِی الصَّلٰوۃِ فِی کُلِّ رَکعَةٍ. (تفسیر ابن کثیر)

سورہ فاتحہ کا نام سبع مثانی ثابت ہے کیونکہ یہ سورت نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے ۔

وَ قَالَ قَتَادَةُ ذُکِرَ لَنَا اَنَّهُنَّ فَاتِحَةُ الکِتَابِ وَ اَنَّهُنَّ یُثنَینَ فِی کُلِّ رَکعَةٍ مَکتُوبَةٍ اَو تَطَوَّعٍ وَ اختَارَهُ ابنُ جَرِیرٍ (تفسیر ابن کثیر ج۲ ص ۵۵۷)

امام قتادہؒ فرماتے ہیں کہ سبع مثانی سے مراد سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں کیونکہ وہ فرائض و نوافل کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں۔امام ابن جریرؒ کا بھی یہی مذہب ہے ۔

وَ لِاَنَّ الفَاتِحَةَ تُثَنّٰی فِی کُلِّ صَلٰوۃٍ فَتُقرَءُ فِی کُلِّ رَکعَةٍ

(جامع البیان ص ۳۷۱)

سورہ فاتحہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔

(فائدہ) سورہ فاتحہ کو سبع مثانی بھی کہتے ہیں اور اس کا یہ نام ثابت ہے تو اس کو سبع مثانی کہنے کی وجہ ہی یہ ہے کہ ہر نماز کی ہر رکعت میں اسکو بار بار پڑھا جاتاہے تو معلوم ہوا کہ اس کا پڑھنا ہر نمازی کے لئے ضروری ہے اس کے نام میں ہی اس کا حکم پایا جاتاہے۔

﴿دلیل نمبر ۳﴾

وَاَنْ لَّيسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ہ وَاَنَّ سَعيَهٗ سَوفَ يُرٰى ہ

(پ ۲۷ النجم)

اور انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کوشش کی اور بے شک اس کی کوشش ہی عنقریب دیکھی جائے گی۔

مذکور بالا آیات مبارکہ میں ایک اصول۔ قاعدہ اور ضابطہ بیان فرمادیاگیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر انسان کو خود عمل کرنا چاہئے کیونکہ اصولی طور پر ہر انسان کی کارکردگی پر اسے بدلہ دیا جاتاہے کسی پر بھروسہ اور اعتماد مناسب نہیں آیت کریمہ عبادت بدنیہ کے لئے تو نص ہے چناچہ تفسیر جامع البیان میں اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں مذکور ہے۔

لَا يُثَابُ اَحَدٌ بِفِعلِ غَيرِهٖ وَمِن هٰذِهٖ اِستَنبَطَ الاِمَامُ الشَّافِعِى اَنَّ ثَوَابَ القِرأةِ لَا تَصِلُ اِلَى المَوتٰى. (تفسیر جامع البیان ص ۳۱۹)

کوئی شخص دوسرے کے کام کا ثواب نہیں پا سکتا اسی آیت کریمہ سے امام شافعیؒ نے استنباط فرمایاہے کہ فوت شدگان کو قراۃ قرآن کا ثواب نہیں پہنچتا۔

آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنا عمل خود کرنا چاہئے اسی طرح مقتدی کو فاتحہ کی قرأت بھی خود ہی کرنی چاہئے امام کی قرأت فاتحہ مقتدی کے لئے کفایت نہیں کر سکے گی ایسا کوئی قرینہ صارفہ صحیحہ نہیں جس سے آیت مبارکہ کے مفہوم کو اپنے محل سے پھیرا جا سکے جتنی روایات مقتدی کے لئے امام کی قرأت کفائت کرنے میں بیان کی جاتی ہیں وہ سنداً صحیح نہیں ہیں۔

چناچہ امام ابن حجرؒ فرماتے ہیں

حَدِيثُ مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرأَةُ الإِمَامِ لَهُ قِرأَةٌ

حدیث کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأۃ اس کی قرأت ہو گی۔

مَشْهُورٌ مِنْ حَدِيثِ جَابِرٍ وَلَهُ طَرِيقٌ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَكُلُّهَا مَعْلُولَةٌ. **(التلخيص الخبير ص ۲۳۲ ج ۱)**

یہ روایت حضرت جابرؓ سے مشہور ہے اور اس کی اور سندیں صحابہ کرام سے مروی ہیں لیکن سب کی سب معلول اور ضعیف ہیں۔

ایسی ضعیف روایات سے آیت کریمہ کے مفہوم کو کیسے متعین کیا جا سکتا ہے جبکہ ان روایات کے مفہوم کو صحیح احادیث سے بیان کیا جا سکتا ہے کہ ان روایات میں قرأۃ سے مراد سورہ فاتحہ کے علاوہ دوسری سورتوں کی قرأۃ ہے کیونکہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوئی کیونکہ وہ نماز کا رکن ہے۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

﴿دلیل نمبر ۴﴾

وَاذْكُر رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَ خِيفَةً وَ دُونَ الْجَهرِ مِنَ الْقَولِ بِالْغُدُوِّ وَ الآصَالِ وَ لَا تَكُن مِنَ الْغَافِلِينَ. (پ ۹ الاعراف)

اور اپنے رب کا ذکر عاجزی اور خوف سے آہستہ صبح اور شام کر اور غافلوں میں سے نہ ہو۔

مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں حکم ہو رہا ہے کہ ذکر الہٰی آہستہ کرو قرآن کی سورت فاتحہ بھی چونکہ ذکر الہٰی ہے اس لئے مقتدی کو آہستہ پڑھنے کا حکم ہے اور یہ ضروری ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں "اِقرَأ بِهَا فِي نَفسِكَ يَا فَارِسِي" (مسلم شریف) اے فارسی سورہ فاتحہ کو امام کے پیچھے آہستہ پڑھو۔اگر کوئی کہے کہ آیت کریمہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم تو مذکور نہیں ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کریمہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرآنُ میں سورہ فاتحہ نماز میں پڑھنے سے روکا بھی نہیں گیا۔

﴿خلاصہ بحث﴾

نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے متعلق چار آیات مبارکہ ذکر کی گئیں ہیں ۔جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے ۔

پہلی آیت مبارکہ میں حکم ہوا ہے کہ نمازمیں قراۃ کرو جہاں سے آسان ہو اور حدیث مقدسہ نے وضاحت کر دی اس سے مراد سورہ فاتحہ ہے اس کو ہر نماز میں پڑھنا فرض ہے کیونکہ وہ نماز کا رکن ہے ۔اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

دوسری آیت مبارکہ میں سورہ فاتحہ کو سبع مثانی کہا گیا ہے کہ وہ ہر نماز کی ہر رکعت میں باربار پڑھی جاتی ہے۔ تیسری آیت مقدسہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ ہر

شخص کو اپنا عمل خود کرنا چاہئے اسی طرح سورہ فاتحہ بھی ہر شخص کو نماز میں خود ہی پڑھنی چاہئے۔

چوتھی آیت مبارکہ کا مفہوم ہے کہ امام کے پیچھے خاموشی سے مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنی چاہئے تاکہ امام کے ساتھ منازعت پیدا نہ ہو ان آیات مبارکہ میں اہل ذوق کے لئے کافی حد تک وضاحت موجود ہے۔

☆ پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم ونازک بے اثر

﴿قرأت خلف الامام کے متعلق احادیث متواترہ ہیں﴾

حضرت امام بخاریؒ اس مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

تَوَاتَرَ عَنِ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِقِرَاءَةِ اُمِّ الْقُرآنِ

(جزء القرأة ص ۷)

آنحضرت نبی کریم ﷺ سے احادیث متواترہ موجود ہیں کہ سورہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

لہٰذا ہم اس مسئلہ میں ذکر احادیث سے بحث کو مزید طویل نہیں کرنا چاہتے کیونکہ مسئلہ کی حقیقت تو تقریباً واضح ہو چکی ہے۔آخر میں محدث مبارکپوری مرحوم کے بیان کو تحریر کرکے مسئلہ کے دوسرے پہلو کو ذکر کریں گے۔محدث مبارکپوری فرماتے ہیں۔

اے مسلمانو! یہ مسئلہ کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا واجب اورضروری ہے یا نہیں ایک نہایت ہی مہتم بالشان مسئلہ ہے۔اس میں ہر مسلمان کو تحقیق کرنا نہایت ہی ضروری امر ہے۔کیونکہ یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس میں تحقیق نہ کرنے اور تعصب وناانصافی کو دخل دینے سے عمر بھر کی تمام ان نمازوں کے اکارت وبیکار جانیکا بہت بھاری خوف ہے۔جو امام کے ساتھ پڑھی گئی ہیں۔یہ وہ مسئلہ ہے جس کی نسبت ہمارے پیغمبر خاتم المرسلین شفیع المذنبین سید ولد آدم محمد مصطفی ﷺ نے صاف لفظوں میں فرما دیا ہے۔

لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ۔

یعنی نہیں ہے اس شخص کی نماز جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اور خاص مقتدیوں کو خطاب کرکے آپؐ نے فرمایا

لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَاِنَّہٗ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِھَا۔

(مقدمہ تحقیق الکلام فی وجوب القرأۃ خلف الامام ص ۵)

یعنی نہ پڑھو مگر سورہ فاتحہ اس واسطے کہ جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں۔

﴿احناف کے دلائل کا مختصر جائزہ﴾

حنفیہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے قائل نہیں ہیں۔وہ جو دلائل پیش فرماتے ہیں ان میں سے سب سے بڑی دلیل مندرجہ ذیل ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرآنُ فَاستَمِعُوالَهُ وَاَنصِتُوا لَعَلَّكُم تُرحَمُونَ

(پ۹الاعراف)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنواور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ احناف فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں خاموش ہو کر قرآن سننے کا حکم آیا ہے۔ لہٰذا مقتدی کو سورہ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے۔

اہل حدیث کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کی ممانعت نہیں۔کیونکہ جو لوگ امام ابو حنیفہؒ سے قرأۃ خلف الامام کے مسئلہ میں مناظرہ کرنے آئے تھے امام صاحب نے ان کے سامنے یہ آیت کریمہ پیش نہیں فرمائی تھی بلکہ قیاس سے ان کو قائل کرنے کی کوشش فرمائی تھی جب کہ شرعی دلائل میں قیاس کا چوتھا درجہ ہے درجہ اول یعنی قرآنی دلیل کو چھوڑ کر قیاس کی طرف جانا اس بات کی دلیل ہے کہ کتاب و سنت اور اجماع امت میں قرأت خلف الامام کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں اگر ہوتی تو یقیناً امام صاحب اسی کو پہلے پیش فرماتے کیونکہ قیاس کا درجہ تو کتاب و سنت اور اجماع امت کے بعد ہے امام صاحب نے قیاس ہی کو کیوں پہلے پیش کردیا۔یا پھر وہ مناظرہ کسی نادان دوست کا بنایا ہوا ہے جس میں امام صاحب کے علمی مقام کو ملحوظ نہیں رکھاگیا۔

اس آیت کریمہ میں وارد لفظ اَنصِتُوا پر سارازور لگایاجاتا ہے کہ خاموش رہواگر اس کا معنی بالکل خاموشی ہے تو امام کی قرأۃ کرتے وقت جو شخص آکر جماعت میں شامل

ہو ناچاہئے وہ کیسے نماز میں داخل ہوگا اگر تکبیر تحریمہ کہے تو انصاتُ کے خلاف ہوگا کہ مقتدی کو خاموش رہنے کا حکم ہے بہتر یہی ہے کہ وہ واپس گھر چلا جائے تاکہ قرآن کے حکم کی مخالفت سے بچ جائے۔

نیز حفظ القرآن کے مدارس کو بند کردیا جائے کیونکہ وہاں تو سب اپنا اپنا پڑھتے ہیں کوئی بھی کسی کا قرآن نہیں سنتا سب ہی انصات کے خلاف کر رہے ہیں دراصل اس آیت کریمہ کا نماز یا مقتدی کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں یہ تو کفار کے پروگرام کے جواب میں نازل ہوئی ہے کہ وہ کہتے تھے قرآن نہ سنو بلکہ شور ڈالو۔

﴿احناف کے پاس کوئی صحیح حدیث نہیں﴾

حضرت علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی مشہورعالم دین اور علوم فقہ کے ماہر بزرگوں میں سے ہیں وہ مسئلہ قرأۃ خلف الامام پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

لَم یَرِدفِی حَدِیثِ مَرفُوعِ صَحِیحِ النَّھیُ عَن قِرأۃِ خَلفِ الاِمَامِ وَ کُلُّ مَا ذَکَرُوہُ مَرفُوعاً فِیہِ اِمَّا لَا یَصِحُّ وَ اِمَّا لَا اَصلَ لَہُ.

(التعلیق الممجد ص ۱۰۱ عربی)

کسی صحیح مرفوع حدیث میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کی ممانعت وارد نہیں ہے اور جتنی روایات احناف ذکر کرتے ہیں یا تو بے اصل ہیں یا پھر غیر صحیح ہیں۔

☆ دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

بلکہ مولانا لکھنوی اپنی کتاب امام الکلام میں محدثین کرام کی ترجمانی ان الفاظ میں

فرماتے ہیں ۔

وَمَنْ نَظَرَ بِنَظْرِ الانصَافِ وَ غَاصَ فِي بِحَارِالفِقهِ وَالأُصُولَ مُجتَنِباً عَنِ الاعتِسَافِ يَعلَمُ عِلماً يَقِيناً اَنَّ اَكثرَ المَسَائِلِ الفَرعِيَّةِ وَالاصلِيَّةِ اَلَّتِي اِختَلَفَ العُلَمَاءُ فِيهَا فَمَذهَبُ المُحَدِّثِينَ فِيهَا اَقوىٰ مِن مَذَاهِبِ غَيرِهِم وَاِنّي كُلَّمَا اُسِيرُفِي شُعَبِ الاِختِلافِ اَجِدُ قَولَ المُحَدِّثِينَ فِيهِ قَرِيباً مِنَ الاِنصَافِ فَلِلّٰهِ دَرُّهُم وَعَلَيهِ شُكرُهُم كَيفَ لَا وَ هُم وَرَثَةُ النَّبِي ﷺ حَقّاً وَ نُوابُ شَرعِهِ صِدقاً حَشَرَنَا اللّٰهُ فِي زُمرَتِهِم وَ اَمَاتَنَا عَلىٰ حُبِّهِم وَ سِيرَتِهِم . (امام الکلام ص ۲۱۶)

اور جو شخص بنظرانصاف دیکھے فقہ اور اصول کے سمندروں میں غوطہ زنی کرے ۔ ہٹ دھرمی سے بچا رہے ۔وہ یقیناً جان لے گا کہ اکثر مسائل اصولی ہوں یا فروعی جن میں اہل علم اختلاف کرتے ہوں ۔محدثین کرام کا مذہب ان میں دوسرے مذاہب سے زیادہ قوی ہوتاہے ۔میں جب بھی غورو فکر کرتاہوں محدثین کے قول کو انصاف کے قریب پاتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو قبول فرمائے۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ وہ آنحضرت ﷺ کے حقیقی وارث ہیں اور شریعت میں آپ کے سچے نائب ہیں اللہ تعالیٰ ہم کو قیامت کے دن ان کے ساتھ اٹھائے اور ان کی محبت اور سیرت پر خاتمہ کرے ۔

اندك با تو گفتیم و بدل تر سیدیم

شائد که آزرده شوی ورنه سخن بسیاراست

مراد ما نصیحت بودو گفتیم

حوالت باخدا کردیم ورفتیم

﴿ازالۃ الاوھام فی وجوب الفاتحہ خلف الامام﴾

ازالۃالاوھام کے مصنف محترم ابوالوفا مولانا عبدالحمید ثاقب صاحب خطیب جامع مسجد اہل حدیث محلہ احمد پورہ سیالکوٹ جماعت اہل حدیث کے ممتاز عالم دین ہیں ۔

آپ امام العصر شیخ الکل حضرت علامہ حافظ محمدؒ صاحب محدث گوندلوی اور مفتی اسلام شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ ابوالبرکات احمدؒ صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو فن تقریر و تحریر میں اچھا ذوق عطا فرمایا ہے ۔ علمی حلقوں میں آپ کی ذات محتاج تعارف نہیں باذوق خوش لباس اور خوش گفتار ہیں ۔

سالہاسال تک دارالعلوم جامعہ رحمانیہ اہل حدیث گوجرانوالہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں جب بھوپالوالہ ضلع سیالکوٹ میں تشریف لے گئے تو وہاں کی مرکزی جامع مسجد اہل حدیث کی خطابت کے ساتھ ساتھ مدرسہ جامعہ اسلامیہ بھوپالوالہ میں صدر مدرس اور مہتمم کے عظیم عہدہ پر متمکن رہے ۔

آپ کی تقریر مدلل اور مؤثر ہوتی ہے ۔ تقریر میں طعن و تشنیع سے قطعاً پرہیز کرتے ہیں مختصر وقت میں اپنے مدعا کو پیش کردینا اور سمجھا دینا آپ کا خاص طریقہ ہے ۔

اسی انداز کو اپنے اس رسالہ میں ملحوظ رکھا ہے ۔ رسالہ اگرچہ مختصر ہے تاہم مسئلہ وجوب قرأۃ خلف الامام کے موضوع پر سیر حاصل اور عمدہ گفتگو فرمائی ہے ۔ محتاط اور

مضبوط انداز میں دلائل کا تذکرہ فرمایا ہے۔
آخر میں فریق ثانی کے دلائل کو ذکر فرماکر علمی انداز میں ان پر گرفت کی ہے ادب کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں پایا اور اہل علم کی یہی شان اور روش ہونی چاہیے۔
محترم مولانا کا یہ رسالہ بحمد اللہ اپنے موضوع پر جامع ومانع ہے۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا صاحب کی محنت کو شرف قبولیت سے مشرف فرمائے اور اہل اسلام کے لئے اس کو فائدہ مند بنائے آمین وَیرحَمُ اللّٰہ عَبداً قَالَ اٰمینا
و صلی اللّٰہ علی النبی و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

راقم السطور
ابو الخیر شیخ الحدیث سید محمد اکرم گیلانی
خطیب
جامع مسجد القدس اہل حدیث
نزد نگار پھاٹک اصغر کالونی گوجرانوالہ
مؤرخہ ۳ مارچ ۱۹۹۹ء بروز بدھ
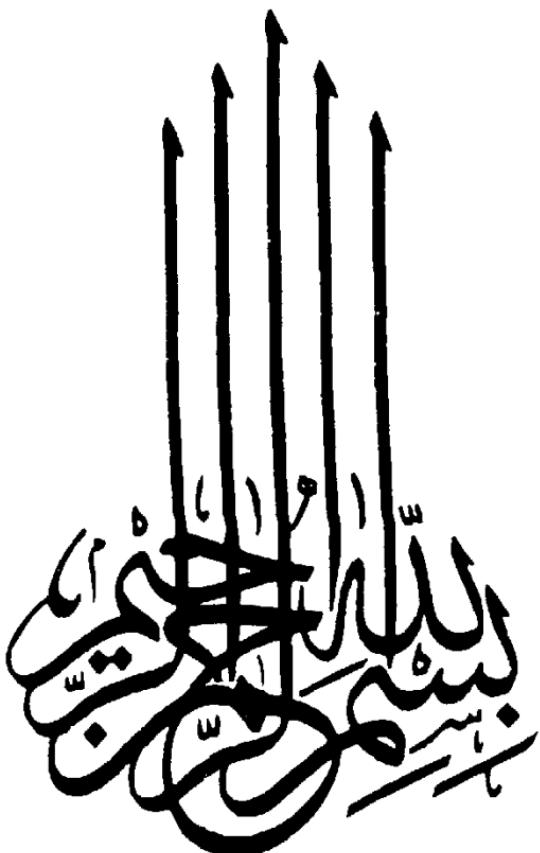
بسم اللہ الرحمن الرحیم
میری انتہائے نگارش یہی ہے
تیرے نام سے ابتداء کر رہا ہوں

ازالۃ الاوہام

فی

وجوب الفاتحۃِ خلف الامام

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم

الحمدُ لِلّٰہِ وَحدَہٗ وَالصلٰوۃُ وَالسَّلامُ علٰی مَن لاَ نَبِیَّ بَعدَہٗ

فَا قرَؤا مَا تَیَسَّر مِنَ القُرآن

(سورہ المزمل پ ۲۹)

☆ تقابل کا کروں دعویٰ جو طاقت ہے کہاں میری
تخیل میرا ناقص ہے نامکمل ہے زبان میری

لیکن

☆ ہوا پیدا آج اپنے زخم پنہاں کر کے چھوڑوں گا
لہو رو رو کے محفل کو گلستان کر کے چھوڑوں گا

قارئین محترم

مسئلہ فاتحہ خلف الامام ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر نماز کی صحت کا دارومدار ہے اسی بات کی اہمیت کے پیشِ نظر امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے جزءِ القرأۃ اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب القرأۃ کے نام سے مستقل کتابیں لکھیں۔

قرنِ اول سے تاحال فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ متنازعہ چلا آرہا ہے فریقین کی طرف سے اس وقت سے لے کر آج تک کچھ نہ کچھ لکھا جاتا رہا۔مگر مانعین قرأتِ اس بارہ میں ٹھوس دلائل و براھین پیش کرنے کی بجائے کمزور سہاروں پر اپنے موقف کی عمارت استوار کرتے رہے۔

اس بات کا اعتراف اکابر عُلماء احناف نے بھی کیا ہے فرماتے ہیں کہ
"حقیقت یہ ہے کہ کوئی ایک صحیح مرفوع حدیث فاتحہ خلف الامام کے رد میں نہیں ہے جو بیان کیا جاتا ہے وہ یا تو بالکل بے اصل ہے یا پھر صحیح نہیں"
حوالہ کے لئے مولانا عبد الحی حنفی لکھنوی کی کتاب امام الکلام ص ۲۱۲اور تعلیق المجد حاشیہ مؤطا امام محمد ص ۱۰۱ ملاحظہ فرمائیں۔

؎ انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری ہے بات ان کی
انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

فاتحہ خلف الامام کی حقیقت جاننے کیلئے دو باتیں جاننا ضروری ہیں۔

نمبر ا۔ مطلق نماز میں سورۃ فاتحہ فرض ہے کہ نہیں

نمبر ۲۔ مقتدی کیلئے سورۃ فاتحہ فرض ہے کہ نہیں

اہل حدیث نماز میں سورۃ فاتحہ کی قرأت فرض سمجھتے ہیں۔اس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی جمہور آئمہ سلف کا یہی قول ہے۔

علامہ الجزائری فرماتے ہیں کہ

فَقَدِ اتَّفَقَ ثَلَاثَةٌ مِنَ الائمَّةِ علیٰ اَنَّ قِرأَةَ الفَاتِحَةِ فِي جَمِيعِ رَكعَاتِ الصَّلٰوةِ فَرضٌ بِحيثُ لَو تَرَكَهَا المُصَلِّي عَامِداً فِي رَكعَةٍ مِن رَّكعَاتٍ بَطَلَتِ الصَّلٰوةُ

(الفقه علیٰ المذاهب الاربعه ج ۱ ص ۲۲)

ترجمہ۔

ائمہ ثلاثہ اس بات پر متفق ہیں کہ سورہ فاتحہ نماز کی ہر رکعت میں فرض ہے اگر نمازی قصداً ایک رکعت میں فاتحہ چھوڑ دے گا تو اس کی نماز باطل ہو گی۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں

والعَمَلُ عَلَيهِ اَكثَرَ اَهلِ العِلمِ مِن اَصحٰبِ النَّبى ﷺ مِنهُم عُمَرُ بنُ الخَطَّابِ وَجَابِرُ بنُ عَبدِاللّٰهِ وَعِمرَانُ بنُ الحُصَينِ وَغَيرَهُم قَالُوا لَا تُجزِى الصَّلٰوةُ اِلَّا بِقِرأَةِ فَاتِحةِ الكِتَابِ وَبِهٖ يَقُولُ ابنُ المُبَارَكِ وَالشَّافِعِيّ وَاَحمَدُ وَاِسحَاقُ (ترمذی مع تحفة الاحوذی ج ۱ ص ۲۰۶)

ترجمہ۔

اس حدیث پر اکثر اہل علم صحابہ کرامؓ کا عمل ہے ان میں سے حضرت عمرؓ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ، عمران بن حصینؓ وغیرہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ الحمد کے بغیر نماز جائز نہیں ہوتی ۔اور یہی قول امام ابن مبارک ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل ، اور امام اسحاق بن راہویہ کا ہے۔

اس کے برعکس امام ابو حنیفہؒ اور ان کے متبعین مطلقاً قرآن مجید کی قرأت تو فرض سمجھتے ہیں اور فاتحہ کو واجب قرار دیتے ہیں۔

اہل حدیث کے نزدیک مقتدی کیلئے بھی فاتحہ پڑھنا فرض ہے ۔ بدوں اس کے نماز غیر صحیح اور ناقص ہو گی۔

اس سلسلہ میں امام ترمذیؒ قائلینِ قرأت فاتحہ خلف الامام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَالعَمَلُ عَلٰی هٰذاا لحَدِيثِ فِي القِرأةِ خَلفَ الإمَامِ عِندَ اَكثَرِ اَهلِ العَلمَ مِن اَصحٰبِ النبي ﷺ وَ التَّابِعِينَ وَ هُوَ قُولُ مَالِكِ بنِ اَنَسٍ وَابنِ المُبَارَكِ وَ الشَّافِعِيّ وَ اَحمَدَوَ اِسْحٰقَ يَرَونَ القِراَ ةَ خَلفَ الإمَامِ

(ترمذی مع تحفۃالا حوذی ج ۱ ص ۲۵٤)

ترجمہ۔

اس حدیث کے مطابق اکثر صحابہ کرام کا قرأۃفاتحہ خلف الا مام پر عمل ہے اور اکثر تابعین بھی اسی طرف گئے ہیں۔ امام مالکؒ ،امام ابن مبارکؒ،امام شافعیؒ، امام احمدؒ، اور امام اسحاقؒ بھی قرأت خلف الا مام کے قائل ہیں۔

علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ

هٰذَا مَذهَبُ الجَمهُورِ خِلاَ فاً لِلحَنفِيَةِ (ارشاد الساری ج۲ص ۷۰)

ترجمہ۔

یہی جمہور کا مذہب ہے۔البتہ حنفیہ اس کے خلاف ہیں۔

قارئین کرام:

اب ملاحظہ فرمایئے قرآن و حدیث کی روشنی میں قرأت فاتحہ خلف الامام کے دلائل۔آخر میں مانعینِ قرأت کے دلائل کا تجزیہ پیش کیا جائیگا۔

دلیل اول

وَ لَقَد اٰتَینٰكَ سَبعاً مِنَ المَثَا نِی وَالقُر آنَ العَظِیمَ

(سورہ الحجرات پ ١٤)

ترجمہ۔

اے رسول ﷺ ہم نے آپؐ کو وہ سات آیتیں دی ہیں جو باربار پڑھی جاتی ہیں۔اور قرآن عظیم عنائت کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا

اُمُّ القُر آنِ هِیَ السَّبعُ المَثَا نِی (صحیح بخاری ص ٦٨٣)

کہ ام القرآن وہی سات آیات ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ

فَهٰذَا نَصٌّ فِی اَنّ الفَاتِحَةَ هِیَ السّبعُ المَثَا نِی وَالقُرآنُ العَظِیمُ

(تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ٥٥٧)

یہ نص ہے کہ فاتحہ ہی السبع المثانی اور قرآن العظیم ہے۔

سورۃ فاتحہ کو سبع مثانی اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ فرض و نفل نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے اس آیت میں امام یا منفرد یا مقتدی کی کوئی تخصیص نہیں۔ بلکہ مفسرین کے اقوال کی روشنی میں آیت کے عموم سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نمازی کو فاتحہ پڑھنی چاہئے خواہ وہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

﴿دوسری دلیل﴾

فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ (سورۃ المزمل پ ۲۹)

پڑھو جو آسان ہو قرآن میں سے۔

﴿محلِ استدلال﴾

یہاں قرآن کا مطلب قرأت ہے۔ اور اسلوب آیت بتاتا ہے کہ یہ مطلق قرآن نہیں بلکہ نماز کی قرأت ہے۔

اسلوب آیت ملاحظہ فرمایئے

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُومُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ (سورۃ مزمل پ ۲۹)

ترجمہ۔

اس میں شک نہیں کہ آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ دو تہائی رات اور آدھی رات اور ایک تہائی رات کے قریب عبادت کے لئے اٹھتے ہیں اور تمھارے ساتھ کے لوگ بھی اور اللہ ہی رات اور دن کا ٹھیک اندازہ رکھتا ہے اسے معلوم ہے کہ تم اس کا اندازہ نہیں کرسکتے سو وہ تم پر مہربان ہوالہذا جتنا آسانی سے

ہو سکے قرآن پڑھ لیا کرو آیت مذکورہ کے الفاظ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ آیت باجماعت قرأت کے بارہ میں ہے۔

احناف نے بھی اس سے باجماعت قرأت مراد لی ہے۔ جیسا کہ (نور الانوار ص ۱۹۸) میں ہے یہ آیت مطلق قرأت کو فرض کرتی ہے۔

ملا جیون فرماتے ہیں کہ

فَإِنَّ الاَوَّلَ بِعَمُوْمِهِ يُوْجِبُ الْقِرَأةَ عَلَى الْمُقْتَدِىْ

(نور الانوار ص ۱۹۸)

کہ یہ آیت مقتدی پر قرأت کو واجب کرتی ہے۔

صحیح بخاری میں مسئی الصلوٰۃ والی حدیث میں یہی الفاظ ہیں

ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ اور سنن ابو داؤد مع عون المعبود جلد اول ص ۳۲۱ میں بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ ثُمَّ اقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَبِمَا شَاءَ أَنْ تَقْرَأَ کے الفاظ ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ ما تیسر کا اقل اطلاق سورہ فاتحہ ہے اسی بناء پر ہمارا یہ موقف ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں۔ نمازی کی خواہ کوئی بھی حیثیت ہو۔ ہمارے اس موقف کی تائید میں احادیث مبارکہ اور سنت صریحہ میں تواتر کی حد تک دلائل موجود ہیں جن میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں۔

پہلی حدیث

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۴۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۹)

ترجمہ۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ۔

یہ روایت صحاح ستہ کے علاوہ مسند احمد، دارقطنی، مسند ابو عوانہ، بیہقی، دارمی، کتاب القرأۃ ، جزء القرأۃ احادیث کی تقریباً تمام کتب میں موجود ہے

بلکہ امام بخاریؒ نے اسے متواتر قرار دیا ہے ۔

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی

علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں

وَ فِي الحَدِيثِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ قِرا ۃَ الفَاتِحۃِ وَا جِبَۃٌ عَلَى الامامِ وَ المَا مُوْمِ فِي الصَّلٰوۃِ كُلِّهَا.

یعنی یہ حدیث دلیل ہے کہ سورہ فاتحہ امام اور مقتدی پر نماز میں پڑھنا واجب ہے ۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس حدیث پر ترجمۃ الباب یوں بیان فرمایا ہے

" بَا بُ وُجُو بِ القِرأۃِ لِلاِ مَا مِ وَ الما مُو مِ فِي الصَّلٰو تِ كُلِّهَا فِي الحَضرِ وَ السَّفرِ وَ مَا يُجهَرُ فِيهَا وَ مَا يُخَا فَتُ"

ترجمہ۔

کہ اس بیان میں یہ باب ہے کہ امام اور مقتدی پر تمام نمازوں میں قرأۃ واجب ہے خواہ حضر کی نماز ہو یا سفر کی نماز ہو سری ہو یا جہری ۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا حدیث عبادہ پر ترجمۃ الباب (جس میں وہ ہر قسم کی نماز کو شامل فرماتے ہیں) اصول کی روشنی میں بالکل مناسب اور صحیح ہے حدیث عبادہ میں دو لفظ " لا " اور " من " ان کے موقف کی بھرپور تائید کرتے ہیں ۔

لا نفی جنس کے لئے آتا ہے دیکھئے کافیہ اور دیگر کتب نحو۔

جیسے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں پہلا جز لا الہ میں جنس الوہیت کی نفی ہے اور لا نبی بعدی میں ہر قسم کی نبوت (ظلی یا بروزی وغیرہ) کی نفی ہے بالکل اسی طرح لا صلوٰۃ میں جنس صلوٰۃ کی نفی مراد ہے کہ کوئی نماز سورہ فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی۔

اور من عموم کے لئے آتا ہے دیکھئے (نور الانوار ص۱۳۹ مصنفہ ملا جیون) جس کا مطلب یہ ہے نمازی امام ہو یا مقتدی سب اس میں شامل ہیں اور پھر راوی حدیث حضرت عبادہ بن صامت نے اس حدیث کو مطلق قرأت پر محمول کیا ہے جس میں مقتدی بھی شامل ہے کیونکہ حضرت عبادہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔

"رَاوِی الحَدِیثِ اَدرٰی مَا رَوَاہُ" کہ راوی حدیث اپنی روایت کے مفہوم کو دوسروں کی نسبت زیادہ جانتا ہے! کے اصول کے تحت حدیث کا وہی مفہوم معتبر ہوگا جو راوی حدیث حضرت عبادہ بن صامت نے سمجھا۔

حدیث عبادہ پر مانعین قرأۃ کے اعتراضات

پہلا اعتراض

مانعین کہتے ہیں کہ اس حدیث میں مقتدی کا کوئی ذکر نہیں ہم کہتے ہیں کہ اس میں نہ امام کا ذکر ہے اور نہ منفرد کا مطلب یہ ہے کہ یہ صحیح حدیث بے معنی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ احناف واقعۃً حدیث عبادہ کو بے معنی ہی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک فاتحہ نہ امام پر فرض ہے اور نہ مقتدی پر دیکھئے ھدایہ شریف

﴿دوسرا اعتراض﴾

لا نفی کمال ہے نفی جنس مراد نہیں۔

﴿الجواب﴾

اہل لغات نے نفی کمال کا تزکرہ تک نہیں کیا اور نہ اس کا کوئی وجود ہے یہ

صرف فقہاء کی کتب میں ان کی خود ایجاد بحث ہے۔

اگر بالفرض نفی کمال مان بھی لیا جائے تو معنی یہ ہو گا کہ نماز ناقص ہے اور ناقص نماز کو شریعت نماز ہی نہیں مانتی۔

مسئی الصلوۃ والی حدیث میں ہے "فَصلِّ فَاِنَّكَ لَم تُصلِّ" کہ دوبارہ نماز پڑھو کہ تو نے نماز پڑھی ہی نہیں حالانکہ اس نے نماز پڑھی تھی مگر ناقص پڑھی تھی۔

﴿تیسرا اعتراض﴾

حدیث مذکورہ پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ سنن ابو داؤد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ "لِمن یُصَلِّی وَحدَہٗ" جو سفیان ثوری کے الفاظ ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں اور وہ اس حدیث کے مفہوم کو زیادہ سمجھتے ہیں۔

﴿الجواب﴾

یہ ایک صریح مغالطہ ہے اس حدیث کے اصل راوی حضرت عبادہ بن صامتؓ ہیں جو نقباء اور فقہا صحابہ کرام میں سے ہیں ظاہر ہے کہ عبادہ بن صامت کی فقاہت امام سفیان ثوری کی فقاہت سے ہر اعتبار سے بہتر ہے جب انہوں نے اس حدیث کا مفہوم مطلق سمجھا ہے اور اسی مطلق مفہوم کی بناء پر وہ امام کے پیچھے

فاتحہ پڑھا کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ اس حدیث کا مفہوم مطلق ہی صحیح ہے۔

﴿چوتھا اعتراض﴾

صحیح مسلم میں فصاعدا کے الفاظ بھی ہیں جب کہ قائلین فاتحہ
بھی مقتدی کے لئے زائد از فاتحہ پڑھنے کے قائل نہیں ۔

﴿الجواب﴾ ﴿فصاعداً پر بحث﴾

اس زیادت کے ساتھ معمر منفرد ہیں ان کے سوا کسی اور ثقہ نے
اس زیادت کو بیان نہیں کیا (تلخیص الحبیر ص۸۷ میں ہے)

" قَالَ ابنُ حِبَّانَ تفرَّدَ بِهَا معمرٌ عَنِ الزُّهرِی وَاعَلَّهَا البُخَارِیُ فِی جُزءِ القِرأةِ "

ترجمہ۔

امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ زیادت مذکورہ کے ساتھ معمر منفرد ہیں نیز
امام بخاریؒ نے جزء القرأۃ میں اس زیادت کی صحت میں کلام کیا ہے۔
امام بخاریؒ جیسے ناقد اور ماہر فن حدیث اس زیادت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے
ہیں۔

" عَامَّةُ الثِقَاتِ لَم یُتَابِعْ مَعمَراً فِی قَولِه فَصَاعِدًا وَقَولُه فَصَاعِدًا غَیرُ مَعرُوفٍ "
(جزء القرأۃ ص ۲۲ مطبع گرجاکھ)

ترجمہ۔

عام ثقہ رواۃ نے معمر کے قول فصاعداً کی متابعت نہیں کی اور ان کا یہ
قول غیر معروف ہے ۔
مطلب یہ ہے کہ الفاظ مذکورہ معمر سے زائد بیان ہوئے ہیں کہ کسی نے ان کی
متابعت نہیں کی ۔اور ابو ہریرہؓ کی حدیث (جس میں وما زاد کے الفاظ ہیں) ضعیف

ہے اس کی سند میں جعفر بن میمون ایک راوی ہیں جن کے بارہ میں علامہ عینی حنفیؒ عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں ۔

جَعفَرُ بنُ میمُونٍ فیهِ کَلاَمٌ حتّٰی صَرَّحَ النَّسَائیُ اَنَّهُ لَیسَ بِثِقَةٍ

حافظ ابن حجرؒ نے درایہ میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے اَسنَادُہُ ضَعِیفٌ تقریب میں صَدُوقٌ یُخطِی کے الفاظ ہیں خلاصہ میں ہے

قَالَ اَحمَدُ وَالنِسَائِی لَیسَ بِالقَوِیِّ"

جعفر بن میمون پر ائمہ کی زبردست جرح کے بعد اس حدیث کے ضعف پر کوئی شک باقی نہیں رہتا ۔

﴿دوسری حدیث﴾

عَن اَبِی السَّائِبِ عَن اَبِی ھُرَیرَةَ عَنِ النبیﷺ قَالَ مَن صَلّٰی صَلٰوۃً لَم یَقرأ فِیهَا بِاُمِّ القرآنِ فَهِیَ خِداجٌ ثَلَاثاً غیرُتَمَامٍ فَقِیلَ لِاَبِی ھُرَیرَةَ اِنَّا نَکُونُ وَرَاءَ الاِمَامِ فَقَالَ اِقرَاْبِهَا فِی نَفسِكَ فَاِنِّی سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ یَقُولُ قَالَ اللّٰه تعالٰی قَسَمتُ الصَّلٰوۃَ بَینِی وَبَینَ عبدِی نِصفَینِ الحدیث. (صحیح مسلم ج۱ ص ۱۶۹)

ترجمہ ۔

حضرت ابوالسائبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ کو یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کوئی نماز پڑھی اور اس نے اس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے پوری نہیں ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو فرمانے لگے آہستہ

سے پڑھ لیا کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان نصف ونصف تقسیم کیا ہے۔
صحیح مسلم کے علاوہ یہ حدیث مؤطا امام مالک ' سنن ابو داؤد ' جامع ترمذی ' سنن ابن ماجہ اور متعدد محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کی ہے ۔

﴿توضیح﴾

اولاً اس حدیث میں صلوٰۃ کا لفظ خاص سورہ فاتحہ پر بولا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ ہی نماز ہے ۔
ثانیاً دوسرا لفظ خداج ہے جو واضح کرتا ہے کہ فاتحہ کے بغیر پڑھی گئی نماز بے فائدہ ہے کیونکہ خداج اس ادھورے بچے کو کہتے ہیں جو اپنی مدت سے پہلے ماں کے پیٹ سے مرا ہوا پیدا ہو ۔
نمبر ۳۔اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ نے اس حدیث کو امام اور مقتدی کیلئے یکساں خیال کیا ہے ۔
اسی لئے اپنے شاگرد کو حکم دیا کہ " اِقرأ بِهَا فِي نَفسِكَ " کہ مقتدی ہونے کی صورت میں آہستہ دل میں پڑھو ۔
فی نفسک کا معنی ایسی قرأت ہے جو اپنے آپ کو سنائی جائے اور دوسرا نہ سن سکے ۔
امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ

وَ المَرادُ بِقَولِه اِقرأ بِهَا فِي نَفسِكَ اَن يَتَلَفَّظَ بِهَا سِراً دُونَ الجَهرِبِهَا وَ لاَ يَجُوزُ حَملُهُ علٰى ذِكرِهَا بِقَلبِهِ دُونَ التَّلَفُّظِ بِهَا

لِاجمَاعِ اهلِ اللِّسَانِ علٰی انَّ ذَالِكَ لَا يُسَمّٰی قِرأَةً

(کتاب القرأۃ ص ۱۷)

ترجمہ

"اقرأ بِهَا فِي نَفسِكَ" کا یہ مطلب ہے کہ آہستہ آہستہ اس کو لفظاً پڑھا جائے بلند آواز سے نہ پڑھا جائے اسے دل میں غور و تدبر کے معنی میں محمول کرنا جائز نہیں کیونکہ اہل عرب کا اتفاق ہے کہ کہ اس کو قرأۃ نہیں کہتے۔
اس حدیث پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس میں علاء بن عبدالرحمٰن ضعیف ہے حالانکہ یہ صحیح مسلم کے راوی ہیں جو ثقاہت سے مستغنی ہیں۔
ثانیاً ائمہ جمہور محدثین نے واضح الفاظ میں ان کی توثیق کی ہے۔
چنانچہ امام احمدؒ فرماتے ہیں۔
لم اَسمَع ذِكرَهُ بِسُوءٍ کہ میں نے کسی کو علاء بن عبدالرحمٰن کی بُرائی کرتے ہوئے نہیں سنا۔ (تہذیب ج ۸)

﴿تیسری حدیث﴾

لَا تُجزِئُ صَلَاةٌ لَا يَقرَأُ الرَّجُلُ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الكِتَابِ

(کتاب القرأۃ للبیھقی ص ۹)

ترجمہ

وہ نماز کفایت نہیں کرتی جس میں آدمی سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا۔
یہ حدیث سند کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔
امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ

اِسنَادُہٗ صَحِیحٌ وَ صَحّحہٗ ابنُ القطّانِ وَقَالَ زِیَادُا حَدُالثِقَاتِ

(التعلیق المغنی ج۱ ص۱۲۲)

ترجمہ۔

اس کی سند صحیح ہے ابن قطان نے اسے صحیح کہا ہے نیز کہا ہے کہ زیاد ثقات میں سے ہے۔

﴿چوتھی حدیث﴾

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں

کُنّا خَلفَ رَسول اللّٰہِ ﷺ فِی صلٰوۃِ الفَجرِ فقرأ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ فَثقُلَت عَلیہِ القِرأۃ فَلَمَّا فرَغَ قَالَ لَعَلّکُم تَقرءُونَ خَلفَ اِمَامِکُم قُلنَا نَعَم یَا رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَا تَفعَلُوا اِلّا بِاُمِّ القُرآنِ فَاِنّہٗ لَاصلٰوۃَ لِمَن لَم یَقرأ بِھَا.

(سنن ابو داؤد مع عون المعبود ج۱ ص ۳۰۴ ورواہ الترمذی وقال حسن)

ترجمہ

صبح کے وقت ہم آنحضرت ﷺ کے پیچھے نماز فجر پڑھ رہے تھے کہ آپؐ نے قرأت فرمائی تو آپ ﷺ پر قرات ثقیل ہو گئی نماز سے فارغ ہو کر آپؐ نے فرمایا شاید تم امام کے پیچھے پڑھتے ہو؟ ہم نے کہا جی ہاں اللہ کے رسولؐ (ہم پڑھتے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا صرف سورہ فاتحہ پڑھا کرو کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

قارئین محترم

یہ حدیث اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے اس حدیث کے متعلق ائمہ حدیث کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں "هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ" یہ حدیث حسن ہے

امام دار قطنی فرماتے هیں "هٰذا اِسنَادٌ صحيحٌ"
(كتاب القرأة ص۳۷) اس کی سند صحیح ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی تلخیص الحبیر میں لکھتے ہیں

"صَحَّحَهُ اَبُو دَاؤد .وَ التِرمذِی وَالدَارقُطنِي وَ ابنُ حِبَّانَ وَ البَهقِیُ
(التخليص ج ۱ ص۸۷)

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے
(تہذیب السنن ج ا ص ۳۹۰)

مولانا عبدالحیٔ حنفی لکھنویؒ لکھتے ہیں "هُوَ حَدِيثٌ صَحِيح قَوِي السند"
(سعایه ج ۲ ص۳۰۳)

غیث الغمامؒ ص ۲۵۶ میں لکھتے ہیں

" حَدِيثُ عُبَادَةَ صَحِيحٌ اَو حَسَنٌ عِندَ جَمَاعَةِ المُحَدِّثين "

ترجمہ۔

عبادہ کی حدیث محدثین کی جماعت کے نزدیک صحیح یا حسن ہے۔

علامہ شوکانیؒ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَ اَنَّ هٰذا الحَدِيثَ قَد اَفَا دَ فَا ئِدَ تَين الأُولىٰ اَلنَّهيُ عَنِ القرآنِ خلف الاِمَا مِ وَالثَا نِي وُجُوبُ قِراَةِ الفَا تِحةِ خَلفهُ وَهُوَ ظَا هِرٌ وَا ضِحٌ لَا يَنبَغِي التَّردُّ دَفِي مِثلِهِ لِصِحَّتِهِ وَ وَضُوحِ دَ لَا لَتِهِ .

(السیل الجرار ج۲ ص ۲۱۵)

ترجمہ۔

اس حدیث سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں

۱۔ خلف الامام قرآن پڑھنا منع ہے

۲۔ خلف الامام فاتحہ واجب ہے

اور یہ بات بالکل ظاہر اور واضح ہے اس کی صحت اور واضح دلالت کی بناء پر اس میں تردد مناسب نہیں۔

اس حدیث پر جس قدر اعتراضات ہیں وہ سب لغو اور باطل ہیں ۔

﴿پہلا اعتراض﴾ ﴿محمد بن اسحاق پر جرح﴾

بلا شبہ محمد بن اسحٰق پر بعض محدثین اورار باب جرح و تعدیل نے کلام فرمایا ہے جیسے امام نسائی ؒ نے لیس بالقوی امام ابو حاتم ؒ نے ضعیف الحدیث اور امام مالک ؒ نے دجال من الرجا جلہ وغیرہ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

جواباً عرض ہے کہ امام نسائی کے بارہ میں مؤلف احسن الکلام حضرت مولانا سرفراز احمد گکھڑوی کا ہی فیصلہ سن لیجئے ۔

فرماتے ہیں " امام نسائی ؒ متعنت ہیں ان کی جرح کا اعتبار نہیں "

(احسن الکلام ج ۱ ص ۲۸۶)

امام ابو حاتم ؒ کے مکمل الفاظ ملاحظہ فرمایئے

" لیسَ عِندِي في الحديثِ بالقَوِيِّ ضَعِيفُ الحديثِ وَ هُوَاَحَبُّ اِلَیَّ مِن اَ فلَحَ بنِ سَعِیدٍ یُکتَبُ حَدِیثُهٗ " (الجرح والتعدیل ج۳ ص ۱۹٤)

ترجمہ ۔

حدیث میں وہ قوی نہیں ضعیف الحدیث ہے مگر وہ مجھے افلح بن سعید سے زیادہ محبوب ہے اس کی حدیث لکھی جائے گی۔

امام ابو حاتم کی اس جرح کا جواب دیتے ہوئے علامہ زیلعی فرماتے ہیں ۔

قَولُ اَبِي حَاتم لَا یُحتَجُّ بِهٖ غیرُ قَادِحٍ وَ قَد تَکَرَّرَ هٰذِهِ اللَّفظُ مِنهُ في رِجَالِ کَثیرٍمِن اَصحَابِ الصَّحِیحِ الثِقَاتِ مِن غَیرِ بَیَانِ السَّبَبِ کَخَالِدِالحَزَّاءِ وَغیرہٖ. (نصب الرایہ ج ۲ ص ٤۳۹)

ترجمہ۔

ابو حاتم کا قول " لَا یُحتَجُّ بِهٖ "غیر قادح ہے اور وہ یہ لفظ بلا بیان سبب صحیح بخاری و مسلم کے اکثر رجال پر بھی بولتے ہیں جیسے خالد الحزاء وغیرہ۔

امام مالکؒ کا کلام بوجوہ صحیح نہیں ۔

ا۔ اہل علم نے "اَلمُعَاصَرَۃُ اَصلُ المُنَافَرَۃِ"کا معروف مقولہ ایسے ہی مواقع پر استعمال کیا ہے اور ایسی جرح بالاتفاق قابل سماعت نہیں ۔

چنانچہ مولانا عبد الحیؒ حنفی فرماتے ہیں ۔

اَلجَرحُ اِذَا صَدَرَ مِن تَعَصُّبٍ اَو عَدَاوَۃٍ اَو مُنَافَرَۃٍ اَو نَحوِ ذَالِكَ فَهُوَ جَرحٌ مَردُودٌ وَلَا یُومِنُ بِهٖ اِلَّا المَطرُودُ وَلِهٰذَالَم یُقبَل قَولُ الِامَامِ مَالِكٍ

فِي مُحَمَّدِ بنِ اِسحٰقَ صَا حِبُ المُغَا زِي اِنَّهُ دَجَّالٌ مِنَ الدَّجَاجِلَةِ لَمَّا عُلِمَ اَنَّهُ صَدَرَ مِن مُنَا فَرَةٍ بَا هِرَةٍ بَل حَقَّقُوا اَنَّهُ حَسَنُ الحَدِيثِ وَ احتَجَّت بِهٖ ا ئمةُ الحَدِيثِ . (الرفع والتکمیل ص ۲۵۹)

ترجمہ ۔

جرح جب تعصب یا آپس میں عداوت کی بنا پر ہو تو وہ مردود ہے اس کا اعتبار وہی کرے گا جو خود منافرت کا شکار ہو۔ اسی لئے امام مالک کا محمد بن اسحٰق کے متعلق قول قبول نہیں کیا گیا کیونکہ یہ معلوم ہے کہ یہ جرح منافرت پر مبنی تھی بلکہ اہل علم کے نزدیک محقق قول یہ ہے کہ اس کی حدیث حسن ہے اور ائمہ حدیث نے اس کی حدیث سے استدلال کیا ہے ۔

امام یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں ۔

سَالتُ ا بنَ المَدِينِى عَنِ ابنِ اِسحَا قَ فَقَالَ حَدِيثُهُ عِندِي صَحِيحٌ قُلتُ فَكَلَا مُ مَالِكٍ فِيهِ قَالَ مَالِكٌ لَم يُجَا لِسهُ وَ لَم يَعرِفهُ

(تہذیب السنن ج۷ ص۹۷)

ترجمہ ۔

میں نے امام علی بن مدینی سے ابن اسحاق کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا میرے نزدیک اس کی حدیث صحیح ہے ' میں نے کہا امام مالکؒ نے جو اس پر کلام کیا ہے اس کے متعلق کیا خیال ہے فرمانے لگے وہ نہ اس کے ساتھ بیٹھے اور نہ ان کی قدر پہچانتے ہیں ۔

﴿محمد بن اسحٰق کی توثیق﴾

امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں "اِبنُ اِسحاق ثِقَةٌ ثِقَةٌ ثِقَةٌ"

(نصب الرایہ ج ۱ ص ۱۰۷)

علامہ ابن الہمام حنفی فتح القدیر کے صفحہ نمبر ۱۸۱ ج۱ میں لکھتے ہیں۔

" اَمَّا ابنُ اِسحٰقَ فَثِقَةٌ ثِقَةٌ لَا شُبهَةَ عِندَنَا فِي ذَالِكَ وَلَا عِندَ مُحَقِّقِي المُحَدِّثِينَ"

یعنی ابن اسحٰق ثقہ ہیں ان کے ثقہ ہونے میں نہ ہمارے نزدیک کوئی شبہہ ہے اور نہ محققین محدثین کے نزدیک۔

علامہ ابن حزم لکھتے ہیں۔

اِنَّ مُحَمَّدَبنَ اِسحٰقَ اَحَدُ الاَئِمَّةِ وَ ثَقَهُ الزُّهرِيُ وَ فَضَّلَهُ علی مَن بِالمَدِينَةِ فِي عَصرِهٖ

(المحلی لا بن حزم ج ۳ ص ۲٤۱)

ترجمہ۔

بلا شبہ محمد بن اسحٰق ائمہ میں سے ایک امام ہیں امام زہری نے انہیں ثقہ کہا ہے اور مدینہ میں اپنے زمانہ کے لوگوں پر اسے فوقیت دی ہے۔

امام منذری فرماتے ہیں۔

اَحَدُالائمة العَلَامِ حَدِيثُهٗ حَسَنٌ (ترغیب الترھیب ج٤ ص ٥٧٧)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں۔

" وَ ابنُ اِسحَاقَ اِذَا قَالَ حَدَّثَنِي فَهُوَ ثِقَةٌ عِندَ اَهلِ الحَدِيثِ فَحَدِيثُهٗ صَحِيحٌ"

(مجموعۃ الفتاوٰی ج۳۳ ص ۸۵) ٩.٤

یعنی محمد بن اسحٰق جب حدثنی کہیں تو اہل حدیث کے نزدیک ان کی حدیث صحیح ہے اور وہ ثقہ ہیں۔

﴿امام علی بن مدینیؒ استاذ امام بخاریؒ کا قول﴾

امام بخاری فرماتے ہیں " رَاَیتُ عَلِیَّ بنَ عَبدِاللّٰہِ (المَدِینِي) یَحتَجُّ بِحَدِیثِ ابنِ اِسحاقَ وَقَا لَ مَا رَاَیتُ اَحَدًا یَتَّھِمُ ابنَ اِسحٰق"

(جزء القراۃ ص۱۸ تھذیب ج۹ ص ۴۱)

ترجمہ۔

میں نے امام علی بن مدینی کو دیکھا وہ ابن اسحٰق کی حدیث سے احتجاج کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا جو اسے متہم قرار دیتا ہو۔

﴿پانچویں حدیث﴾

عَنْ نَا فِعِ بْنِ مَحْمُوْدٍ عَنْ عُبَادَۃَ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَعضَ الصَّلٰوۃِ الَّتِیْ یُجْھَرُ فِیھَا بِا القِراَۃِ فَقَا لَ لَا یَقرَأَنَّ اَحَدٌ مِنکُمْ اِذَا جَھَرْتُ بِا لقِراَۃِ اِلَّا بِاُمِّ القُرآن۔

(دار قطنی ج۱ ص۳۱۹ بحوالہ توضیح الکلام ج۱ ص ۲۵۷)

ترجمہ۔

نافع بن محمود حضرت عبادہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں وہ نماز پڑھائی جس میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں بلند آواز سے پڑھوں تو سورہ فاتحہ کے علاوہ اور کچھ نہ پڑھا کرو۔

﴿امام بیہقی رحمہ اللہ اس روایت کے بارہ میں فرماتے ہیں﴾

"ھٰذَا اِسنا دُہٗ صَحِیحٌ وَرُوَاتُہٗ ثِقَات" یہ سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں نافع بن محمود کو اگرچہ بعض نے مجہول کہا ہے مگر امام ابن حبان نے ثقہ امام دارقطنیؒ اور امام بیہقیؒ نے اس کی حدیث کو حسن اور صحیح کہا ہے۔ امام ابوداؤدؒ اور علامہ منذریؒ نے اس کی حدیث پر سکوت فرمایا ہے' امام حاکم نے المستدرک (ج۲ص۵۵)میں اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

؎ آئی ہے بزم یار سے خبر الگ الگ

﴿چھٹی حدیث﴾

عَن عُبَادَۃَ بنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ لَا صَلٰوۃَ لِمَن لَم یَقرَأبِفَاتِحَۃِ الکِتَابِ خَلفَ الاِمَامِ. (کتاب القرأۃ البھقی ص۴۷)

ترجمہ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز نہیں جس نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھی۔

امام بیہقی اس حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں

"ھٰذَا اِسنَادٌ صَحِیحٌ" (کتاب القرأۃ ص۴۷)

علامہ علی متقی حنفی اسی روایت کے متعلق فرماتے ہیں۔

"اِسنَادُہٗ صَحِیحٌ وَالزِّیَادَۃُ الَّتِي فِیہِ صَحِیحَۃٌ مَشھُورَۃٌ مِن اَوجُہٍ کَثِیرَۃٍ"

(کنز ج۸ص۱۱۲)

ترجمہ۔

اس کی سند صحیح ہے اور اس میں جو زیادت خلف الامام کی ہے وہ کئی طرح سے صحیح اور مشہور ہے۔

﴿ساتویں حدیث﴾

مَن صلّٰی خلفَ الاِمَامِ فَلیَقرأ بِفَاتِحَةِ الکِتَابِ (طبرانی کبیر)

علامہ ہیثمیؒ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں۔

"رِجَالُہٗ مؤثقُونَ" اس کے رجال کی توثیق کی گئی ہے

(مجمع الزوائد ج۲ص۱۱۱)

﴿آٹھویں حدیث﴾

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ لَعَلَّکُم تقرؤُنَ وَالاِمَامُ یَقرأُ قَالُوا اِنَّا لَنَفعلُ قَالَ لَا اِلَّا ان یَقرأَ اَحَدُکُم بِفَاتِحةِ الکِتَابِ.

(مسند احمد ج ٤ ص ٢٣٦' جزء القرأة ص ٩)

ترجمہ۔

محمد بن ابی عائشہ آنحضرتؐ کے ایک صحابی سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شاید تم اس وقت پڑھتے ہو جب امام قرأت کررہا ہوتا ہے صحابہ کرام نے عرض کیا یقیناً ہم پڑھتے ہیں آپؐ نے فرمایا سورہ فاتحہ کے بغیر کچھ نہ پڑھا کرو۔

علامہ ہیثمیؒ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں۔

"رِجَالُ اَحمَدَ رِجَالُ الصَّحِيحِ" کہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں

(مجمع الزوائد ج۲ ص ۱۱۱)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں

"اِسنَادُهُ حَسَنٌ" کہ اس کی سند حسن ہے (تلخیص الحبیر ص۸۷)

نویں حدیث

حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔

اَتقرَؤُنَ فِي صَلَاتِكُم وَالاِمَامُ يَقرأُ فَسَكَتُوا فَقَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ قَائِلٌ اَو قَائِلُونَ اِنَّا لَنَفعَلُ قَالَ فَلَاتَفعَلُوا وَلَيَقرَأ اَحَدُكُم بِفَاتِحَةِ الكِتَابِ فِي نَفسِهِ.

(جزء القراة ص۲۸ ابن حبان ج۳ ص۲۴۷)

اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں

"رواته ثقات" کہ اس کے راوی ثقہ ہیں

(مجمع الزوائد ج۲ ص ۱۱۰)

دسویں حدیث

امام بخاری رحمہ اللہ بسند صحیح بواسطہ عکرمہ بن عمار عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا۔

تَقرَؤُنَ خَلفِي قَالُو نَعَم اِنَّا نَهُذُّهُ هَذًّا قَالَ لَا تَفعَلُوا اِلَّا بِاُمِّ القُرآنِ.

(جزء القرأة ص ۸ کتاب القرأة ص۵۳)

ترجمہ۔

کیا تم میرے پیچھے پڑھتے ہو ! صحابہ کرام نے عرض کی جی ہاں ہم جلدی جلدی پڑھتے جاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا سورہ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھو۔

یہ روایت سند کے اعتبار سے حسن درجہ سے کم نہیں جب کہ اس کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں۔

علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں

عِكرِمَةُ بن عَمَّارٍ قَدِاحتَجَّ بِهٖ مُسلِمٌ فِي صَحِيحهٖ

(نيل الاوطار ج ۱ ص ۸۸)

جہاں تک عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کا تعلق ہے تو یہ سلسلہ سند بھی صحیح اور حسن ہے جمہور محدثین نے اس کی توثیق کی ہے ۔

استاذ احمد شاکر فرماتے ہیں

" وَالصَّحِيحُ اَنَّ رَوَايةَعَمرو بنِ شُعيبٍ عَن ابِيهِ عَن جَدِّهٖ مَوصُولَةٌ "

نیز لکھتے ہیں ۔

" وَ التَّحقِيقُ اَنَّ رِوَايةَ عَمرو بنِ شُعَيبٍ عَن اَبِيهِ عَن جَدِّهٖ صَحِيحُ الاسنَادِ". (تعليق المسند رقم ١٤٧)

﴿تِلكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾

فاتحہ خلف الامام کے دلائل سے متاثر ہو کر اکابر علماء احناف نے حنفی ہونے کے باوجود مقتدی کے لئے فاتحہ پڑھنے کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ وہ اسے مستحسن خیال فرماتے ہیں۔

چناچہ مشہور حنفی عالم ملا جیون تفسیر احمدی کے صفحہ نمبر ۴۲۷ پر رقم طراز ہیں

”فَاِن رَأَیتَ الطَّائفۃَ الصُّو فِیَۃَ وَالمَشَائِخَ الحَنفِیَۃَ تَراھُم یَستَحسِنُونَ قِرأَۃَ الفَاتِحَۃِ لِلمُؤتَمِّ کَمَا استَحسَنَہٗ مُحَمَّدٌ اَیضاً اِحتِیَاطًا فِیمَا رُوِیَ عَنہُ“ (بحواله امام الكلام ص ٤٧)

ترجمہ۔

اگر تم جماعت صوفیہ اور مشائخ حنفیہ کو دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ یہ لوگ احتیاطاً امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو مستحسن بتلاتے تھے جیسا کہ امام محمد سے مروی ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ صحیح بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں۔

” اِنَّ بَعضَ اَصحَابِنَا اِستَحسَنُو ا ذَالِکَ عَلٰی سَبِیلِ الاِحتِیَاطِ فِی جَمِیعِ الصَّلٰوتِ“ (عمدة القارى ج٦ ص ١٤)

ترجمہ۔

ہمارے بعض علماء تمام نمازوں میں الحمد پڑھنے کو بر سبیل احتیاط مستحسن بتلاتے ہیں۔

ملا علی قاری کے حوالہ سے مولانا عبدالحئی لکھنوی امام الکلام کے صفحہ ۲۱۸ پر شیخ محمد بن احمد دھلوی المعروف خواجہ نظام الدین اولیاء کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اس ضمن میں نذھۃالخواطر کی اصل

عبارت ملاحظہ فرمائے

اِنَّهُ كَانَ حَنفِياً وَلٰكِنَّهُ كَانَ يُجوِّزُ القِرأةَبا لفَاتِحَةِ خَلفَ الاِمَامِ وكَانَ يَقرَؤُ هَا فِي نَفسِهٖ الخ (نذھةالخواطر ج۲ص ۱۲۳)

ترجمہ۔

کہ وہ (خواجہ نظام الدین اولیاء) حنفی تھے مگر فاتحہ خلف الامام کو جائز سمجھتے تھے اور آہستہ پڑھتے تھے ۔ الخ

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ بھی فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے

(زبدۃ المقامات ص ۲۹۰)

یہی نظر یہ شاہ عبدالرحیم والد گرامی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ہے

"در اقتداء سورہ فاتحہ می خوانند ودر جنازہ نیز"

(انفاس العارفین ص۶۹)

یعنی حضرت شاہ عبدالرحیم بحالت اقتداء اور نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے

۔شاہ ولی اللہ محدث دھلوی اس مسئلہ پر بحث فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں

وَ اِن كَانَ مَا مُومًا وَ جَبَ عَلَيهِ الاِنصَاتُ وَ الاِستِمَا عُ فَاِن جَهَرَ الِا مَامُ لَم يقرَأ اِلَّا عِندَ الاِ سكَا تَتِه وَ اِن خَا فَتَ فَلَهُ الخِيَرَةُ فَاِن قَرأ فَليَقرَأ قِرأةً لَا يُشَوِّشُ عَلَى الاِمَامِ وَهٰذَا اولى الاَ قوَالِ عِندِي الخ

(حجةاللّٰهِ البالغه ج ۲ ص ۹)

ترجمہ۔

اگر مقتدی ہے تو استماع و انصات واجب ہے پس اگر امام جہر سے پڑھے تو

مقتدی نہ پڑھے مگر سکتات میں اور اگر امام آہستہ پڑھے تو مقتدی کو اختیار ہے پس اگر مقتدی پڑھے تو فاتحہ اس طرح پڑھے کہ امام کو خلل میں نہ ڈالے میرے نزدیک یہ سب سے بہتر قول ہے ۔

مذکورہ عبارت سے حضرت شاہ صاحب کا مسلک واضح ہو جاتا ہے کہ شاہ صاحب کے نزدیک جہری کے سکتات میں پڑھنا انصات و استماع کے منافی نہیں نیز امام کی قرأت میں فاتحہ پڑھنے سے خلل واقع نہ ہو تو فاتحہ ضروری سمجھتے تھے ۔

” خواند سورہ فاتحہ با قتدائے امام مقتدی را نزد امام ابو حنیفہ ممنوع است ونزد محمد ہرگاہ کہ امام خفی بخواند جائز بلکہ اولی و نزد شافعی بدون خواندن فاتحہ عدم جواز الصلوۃ ونزد فقیریم قول شافعی ارجح است واولی “

(تعلیم المبتدی فی تحقیق القرأۃ للمقتدی ج ۱ ص ۳٤)

ترجمہ ۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مقتدی کے لئے فاتحہ پڑھنا ممنوع ہے اور امام محمد کے نزدیک سری نمازوں میں مقتدی کو فاتحہ پڑھنا جائز بلکہ اولیٰ اور امام شافعیؒ کے نزدیک بغیر فاتحہ نماز نہیں ہوتی ۔ اس فقیر کے نزدیک امام شافعیؒ کا قول راجح اور اولی ہے ۔'

مولانا عبد الحیٔ حنفی امام الکلام میں شیخ التسلیم نظام الدین الہروی کا قول نقل فرماتے ہیں ۔

لَو کَانَ فِي فَمِي جَمرَۃٌ یَومَ القِیٰمَۃِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِن اَن یُقَا لَ لَا صَلٰو ۃَ لَكَ

(امام الکلام ص ۳۸)

ترجمہ۔

شیخ التسلیم فرمایا کرتے تھے قیامت کے روز اگر میرے منہ میں آگ کا انگارا دیا جائے تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کہا جائے تیری نماز نہیں ہوئی۔

مولانا انور شاہ کشمیری بھی مقتدی کو قرأت فاتحہ سے منع نہیں کرتے تھے۔
(فصل الخطاب ص ۱۰)

علامہ ابن ہمام حنفی نے ابن حبان سے نقل کیا ہے کہ اہل کوفہ نے ترک فاتحہ خلف الامام کو مقتدی کے لئے پسند کیا ہے منع نہیں کیا کہ مقتدی کو قرأت کی اجازت ہی نہ ہو۔ (فتح القدیر ص ۱۳۷)

قارئین مکرم

طوالت کے خوف سے مزید تفصیل میں جانا مناسب نہیں سمجھتا مذکورہ حوالہ جات اس بات کی دلیل ہیں کہ اکابر حنفی علماء اپنے مسلک کو کمزور اور فاتحہ خلف الامام کے دلائل کو قوی جانتے تھے۔ جیسا کہ علامہ ابن ہمام حنفیؒ' ملا علی قاریؒ' مولانا عبدالحیٔ حنفیؒ' مولانا انور شاہ کشمیریؒ' خواجہ نظام الدین اولیاءؒ' شاہ عبدالرحیمؒ' شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ' شاہ عبدالعزیزؒ 'ملا جیونؒ ' امام محمدؒ شاگرد رشید امام ابو حنیفہؒ 'شیخ التسلیم نظام الدین الھرویؒ علامہ عینیؒ کے حوالہ جات آپ سن آئے ہیں۔ مگر آج ہمارے معاصرین حنفی علماء اس بت کے قائل ہیں کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا حرام اور گناہ کا باعث ہے اور پڑھنے والے کے منہ میں مٹی ڈالی جائے بلکہ اس کے دانت توڑنے مستحب ہیں اور اس کی نماز باطل ہے' دُور نہ جایئے مولانا سرفراز صاحب کی کتاب احسن الکلام ملاحظہ فرمایئے۔

فرماتے ہیں

منہ میں پتھر ڈالنے آگ بھرنے مٹی ڈالنے کے یہ الفاظ زیادہ سنگین نہیں
(احسن الکلام ملخصاج ا ص ۳۱۷)

قارئین محترم

مناسب سمجھتاہوں کہ آخر میں مانعین فاتحہ خلف الامام کے دلائل بیان کر کے ان کا تجزیہ پیش کیا جائے جس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ اس سلسلہ میں احناف کا مسلک کس قدر کمزور ہے اور اہل حدیث کا موقف کتنا واضح، صحیح اور اقرب الی الکتاب والسنۃ ہے۔ (وباللہ التوفیق)

احناف کی پہلی دلیل

وَاِذَ قُرِئَ القرآنُ فَاستَمِعُو الَهُ وَاَنصِتُوا لَعَلَّکُم تُرحَمُونَ

(سورہ الاعراف پ۹ رکوع ۱۴ آیت ۲۰۴)

علماء احناف عموماً اس آیت سے جہری اور سری نمازوں میں قرأت خلف الامام کو ممنوع اور منسوخ خیال فرماتے ہیں

چنانچہ مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں ۔

”جب نماز پنجگانہ فرض ہوئی تو اس وقت قرأت، امام ومقتدی سب پر فرض رہی پھر ایک مدت کے بعد آیت وَاِذَا قُرِأی القُرآنُ فَاستَمِعُوا لَهُ وَاَنصِتُوا سے قرأت مقتدی منسوخ ہوئی“

اور علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ

”اس آیت میں دو امر مطلوب ہیں ایک سننا اور دوسرا چپ رہنا پس دونوں پر عمل کیا جائے گا پہلا امر یعنی سننا جہری نمازوں کے ساتھ خاص ہے اور دوسرا چپ رہنا

جہری نمازوں کے ساتھ خاص نہیں ہے پس اپنے اطلاق پر باقی رہے گا اور مطلق قرأت کے وقت چپ رہنا واجب ہوگا "

خلاصہ یہ ہے کہ اس میں سننا اور خاموش رہنا دو الگ الگ حکم ہیں جو جہری اور سری نمازوں کو شامل ہیں اس لئے جب بھی قرآن پڑھا جائے خواہ امام آہستہ پڑھے یا بلند آواز سے مقتدی کو خاموش رہنا چاہئے ۔

ہمارے حنفی بھائیوں کا یہ استدلال بوجوہ صحیح نہیں ۔

نمبرا۔ جو لوگ قرأت خلف الامام کو منسوخ سمجھتے ہیں انہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ احادیث قرأت خلف الامام پہلے ارشاد فرمائی گئی اور آیت **اذا قرئ القرآن** بعد میں نازل ہوئی اس لئے کہ منسوخ کا وجود مقدم ہونا اور ناسخ کا مؤخر ہونا ضروری ہے ۔

مگر نسخ کا دعویٰ کرنے والوں کے لئے ایسا ثابت کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے اس لئے کہ یہاں معاملہ بر عکس ہے ۔آیت **واذا قُرئ القُران** مکہ میں نازل ہوئی ہے اور قرأت کا حکم مقتدی اور غیر مقتدی کے لئے آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں صادر فرمایا لھٰذا یہ آیت احادیث قرأت خلف الامام کی ناسخ کیسے ہو سکتی ہے ۔

اس ضمن میں حدیث ابو ہریرہؓ پر غور فرمائیے ۔

عَنْ اَبِی ھُرَیرَۃؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثُمَّ اَقبَلَ عَلَینَا بِوَجھِہٖ فَقَالَ اَتقرَؤُنَ خَلفَ الاِمَامِ بِشئیٍ فَقَالَ بَعضُھُم نَقرأ وَ قَالَ بَعضُھُم لَا نَقرأُ فَقَالَ اَقرَؤُا بِفَاتِحَۃِ الکِتَابِ۔

(کتاب القراۃ للبیھقی ص ۵۱)

ترجمہ۔

حضرت ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نماز پڑھا کر ہم پر متوجہ ہوئے پس آپؐ نے پوچھا کہ تم امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہو؟ بعض نے کہا ہم پڑھتے ہیں اور بعض نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا صرف سورہ فاتحہ پڑھا کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرأت فاتحہ للمقتدی کا حکم جب آپؐ نے دیا حضرت ابو ہریرہؓ اس نماز میں موجود تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ ہجرت سے کئی سال بعد ۷ھ سال خیبر میں مسلمان ہوئے تھے۔

تلخیص الحبیر ص ۱۱۴ پر اسلام ابو ہریرہؓ کے ذکر میں حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں

"فَاِنَّهٗ اَسلَمَ عَامَ خَيبَرَ بِلَا خِلَافٍ"

کہ بلا اختلاف حضرت ابو ہریرہؓ ۷ھ عام خیبر میں مسلمان ہوئے تھے۔

﴿دوسری بات یہ ہے﴾

کہ اصول فقہ کے مطابق واذا قرئ القرآن والی آیت سورہ مزمل کی آیت فاقرؤ ماتیسر من القرآن کے معارض ہونے کی بناء پر ساقط عن الاحتجاج ہے چنانچہ نورالانوار ص ۱۹۱ پر اصول موجود ہے۔

ملا جیون فرماتے ہیں۔

" وَ حُكمُهَا بينَ الآ يتَينِ اَلمَصِيرُاِلىٰ السُنَّةِ لِاَنَّ الآ يتَينِ اِذَا تعَا رَضتَا تَسا قَطتَا فَلَا بُدَّ لِلعَمَلِ مِنَ المَصِير اِلىٰ مَا بَعدَهٗ وَ هُوَ السُنَّةُ وَلَا يُمكِنُ المَصِيرُ الىٰ الايَةِ الثَّالِثَةِ لِاَنَّهٗ يُفضِي اِلَى التَر جِيح بِكَثرَةِ

الاَدِلَّةِ وَ ذَالِكَ لَا يَجوزُ وَ مثالُهٗ قولهٗ تعالٰی فَا قرؤُا مَاتَيَسَّرَ مِنَ القرآن مَعَ قَولهٖ تعَالیٰ وَ اِذَا قُرِئَ القُرآنُ فَا ستَمِعُو الَهٗ وَ اَنصِتُوا فَاِنَّ الاَوَّلَ بَعَمُو مِهٖ يُو جِبُ القِرأةَ عَلٰی المُقتَدِی وَ الثَّا نِیُ بِخَصُو صِه يَنفِيه وَ قَد وَرَدَا فِي الصَّلٰوةِ جَمِيعاً فَتَسَا قَطَتَا "(نو رالا نوار ص ۱۹۱)

ترجمہ۔

جب دو آیات باہم متعارض ہوں تو حدیث کی طرف رجوع کر نا ضروری ہوجاتا ہے اور تیسری آیت کی طرف رجوع نہیں ہوسکتا کیونکہ ایسی صورت میں کثرت ادلہ کی بناء پر ترجیح دینا ہو گا جو جا ئز نہیں ۔

مثال اس کی اللہ تعالیٰ کا قول فاقرؤ ما تیسرمِن القرآن یعنی پڑھو جو آسان ہو قرآن میں سے اور اللہ تعالیٰ قول واذا قرئ القرآن فا ستمعُو الہٗ و انصِتُو ا کہ جب پڑھا جائے قرآن تو اسے خاموشی سے سنو۔

یہ دونوں آیات باہم متعارض ہیں ۔اسلئے کہ پہلی آیت سے بعموھا ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی پر قرأت واجب ہے اور دوسری آیت بخصوصھا اسکی نفی کرتی ہے حالانکہ یہ دونوں آیات نماز کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں ۔پس دونوں ساقط ہو گئیں ۔

﴿قارئین حضرات﴾

عبارت منقولہ سے صاف پتا چلتا ہے کہ آیت "اِذَا قُرِئَ القُران" عند الحنفیہ ساقط عن الاحتجاج ہے ۔

﴿یا للعجب﴾

جب مسلمہ اصول کی کتب میں صراحت کے ساتھ اکابر علماء احناف اسی

آیت کو ساقط عن الاحتجاج بتلاتے ہیں تو پھر اسی ساقط عن الاحتجاج آیت سے استدلال چہ معنی دارد!

تیسری بات اس آیت کا شان نزول

ہم یہاں مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی تفسیر ماجدی کے حوالہ سے اس آیت کا شان نزول ذکر کرتے ہیں جو کہ حنفی مکتب فکر کے بہت بڑے عالم ہیں ۔

فرماتے ہیں ۔

" حکم کے مخاطب ظاہر ہے کہ کفار و منکرین ہیں اور مقصود اصلی یہ ہے کہ جب قرآن بغرض تبلیغ وغیرہ پڑھ کر تم کو سنایا جائے تو اسے توجہ وخاموشی کے ساتھ سنو تاکہ اس کا معجز ہوتا اور اس کی تعلیمات کی خوبیاں تمہاری سمجھ میں آجائیں اور تم ایمان لا کر مستحق رحمت بن جاؤ ۔

اصل حکم تو اسی قدر ہے لیکن علماء حنفیہ نے اس کے مفہوم میں توسع پیدا کر کے اس سے حالت نماز میں مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ کی ممانعت بھی نکالی ہے ۔

(تفسیر ماجدی ص ۳۷۳)

﴿معزز قارئین﴾ غور فرمائیے

مولانا عبدالماجد دریا آبادی لفظ استعمال کررہے ہیں توسع کا جو کہ باب تفاعل کا مصدر ہے اس باب تفاعل کا خاصہ ہے تکلف سے کوئی کام کرنا مطلب یہ ہوا ۔ اس آیت میں بتکلف وسعت پیدا کر کے علماء احناف نے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے حالانکہ اس میں یہ وسعت نہیں۔

امام رازی اس آیت کے شان نزول کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

" وَفِي الْآيَةِ قَوْلٌ خَامِسٌ وَهُوَ أَنَّهُ خِطَابٌ مَعَ الْكُفَّارِ فِي ابتداء التَّبليغ وَ

لَیسَ خِطَاباً مَعَ المُسلِمِینَ وَ هٰذَا قَولُ حَسَنٌ مُنَاسِبٌ" (انتہٰی)

ترجمہ۔

اس آیت میں پانچواں قول یہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کو خطاب نہیں ہے بلکہ ابتدائے اسلام میں کفار کو خطاب ہے اور یہ قول بہتر اور مناسب ہے۔

نیز امام رازیؒ فرماتے ہیں

فَلَو قُلنَا اَنَّ قَولَهٗ تعالیٰ وَاِذَ قُرِئَ القُرآنُ فَاستَمِعُوا لَهٗ وَاَنصِتُوا اَلمُرَادُ مِنهُ قِرأةُ المَامُوم خَلفَ الاِمَامِ لَم یَحصُل بَینَ هٰذِهِ الآیٰةِ وَ بَینَ مَا قَبلَهَا تَعَلُّقٌ بِوَجهٍ مِنَ الوُجُوهِ وَانقَطَعَ النَّظمُ وَ حَصَلَ فَسَادُ التَّرکِیبِ وَ ذَالِكَ لَا یَلِیقُ بِکَلَامِ اللّٰهِ تَعَالیٰ فَوَجَبَ اَن یَکُونَ المُرَادُ مِنهُ شَیئاً آخَرَ سِوٰی هٰذَالوَجه.

ترجمہ۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ نماز میں قرأت کے متعلق اس آیت کو لیا جائے تو یہ آیت اپنے ماقبل سے بے ربط ہو کر رہ جاتی ہے اور نظم قرآن کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور کلام الٰہی کی ترکیب میں فساد لازم آئے گا جو کلام الٰہی کے شایان شان نہیں ہے لہذا ضروری ہے کہ اس آیت سے قرأت خلف الامام کے سوا کوئی اور شئی مقصود ہو۔

امام رازی کا موقف یہ ہے کہ ماقبل کی آیات میں مشرکین سے خطاب چلا آرہاہے اس لئے نظم قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں بھی مشرکین ہی مخاطب ہوں نماز کے ساتھ اس کا کوئی

تعلق نہیں ہے۔

﴿چوتھی بات﴾

عند الحنفیہ فجر کی نماز میں جب امام قرأت کررہا ہوصف کے پیچھے فجر کی سنت پڑھنا جائز ہے حوالہ کے لئے ردالمختار صفحہ نمبر ۴۸۱ ملاحظہ فرمایئے اور مقتدی کو حالت قرأت امام میں ثناء یعنی سُبحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمدِكَ وَ تَبَارَكَ اسمُكَ وَ تَعَالٰی جَدُّكَ وَ لَا اِلٰهَ غَیرُكَ پڑھنا جائز ہے نیز اگر کسی شخص کو دوران خطبہ یاد آئے کہ اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی تو عند الحنفیہ اسی وقت خطبہ کی حالت میں اسے فجر کی قضاء پڑھنا چاہئے بلکہ امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک تو عین نماز جمعہ ہونے کی حالت میں قضاء فجر پڑھنی چاہئے اگر نماز فجر کے دوران نماز جمعہ ختم ہوگئی تو وہ نماز ظہر پڑھ لے۔ (ردالمختار ص ۱۸۲)

اسی طرح جمعہ کا خطبہ سننا فرض ہے اور انصات واجب ہے۔

مگر شرح وقایہ میں ہے کہ

اِلَّا اِذَا قَرأَ قَولَهُ تَعَالٰی صَلُّوا عَلَیهِ فَیُصَلِّی سِرًّا

(شرح وقایہ ص ۱۷۵)

اور ہدایہ کے الفاظ یہ ہیں۔

اِلَّا اَن یَقرَأَ الخَطِیبُ قَولَهُ یَا اَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیهِ الآیَةَ فَیُصَلِّی السَّامِعُ فِی نَفسِهِ اَی یُصَلِّی بِلِسَانِهِ خَفِیًّا۔ (کفایہ صفحہ ٦٤)

علامہ عینی کنزالدقائق کی شرح رمزالحقائق میں فرماتے ہیں۔

لٰکِن اِذَا قَرَأَ الخَطِیبُ یَا اَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیهِ وَ سَلِّمُوا تَسلِیمًا

يُصَلِّي اَلسَّامِعُ وَ يُسَلِّمُ فِيْ نَفْسِهٖ سِراً اِئْتِمَا راً لِلاَمْرِ

(رمز الحقائق ص ٤٥)

خلاصہ یہ ہے۔ کہ خطبہ کی حالت میں جب کہ استماع اور انصات واجب ہوتا ہے مقتدی آہستہ آواز میں نبی الرحمت ﷺ پر درود پڑھ سکتا ہے اور یہ آیت اذا قرئ القرآن کے منافی نہیں ہوگا۔

ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور

﴿سوال یہ ہے﴾

عند الحنفیہ اگر امام کی قرأت میں فجر کی سنتیں پڑھنا جائز ہے نماز فجر اگر قضاء ہو تو عین خطبہ کی حالت میں قضاء فجر پڑھ سکتا ہے۔ دوران خطبہ آہستہ درود پڑھنا جائز ہے۔ ان سب حالتوں میں قرآن پاک کی یہ آیت کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتی تو صرف سورہ فاتحہ پڑھنے سے کیوں روکتی ہے۔

☆ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

جس طرح مذکورہ امور میں انصات نہیں ٹوٹتا بالکل اسی طرح مقتدی کے سورہ فاتحہ پڑھ لینے سے استماع اور انصات نہیں ٹوٹے گا۔

﴿فَافْهَمْ وَ تَدَبَّرْ﴾

﴾احناف کی دوسری دلیل﴿

صحیح مسلم کی روایت ہے

عَنْ اَبِي مُوسیٰ الاَشعَرِيّ عَنِ النبي ﷺ قَالَ اِذَا صَلَّيْتُم فَاَقِيمُوا صُفُوفَكُم ثُمَّ لِيَؤُمَّكُم اَحَدُكُم فَاِذا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا واذَا قَرأ فَاَنصِتُوا ۔

اور سنن ابو داؤ، نسائی، ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ الفاظ منقول ہیں

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا جُعِلَ الاِمَامُ لِيُؤتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَاِذاقَرَأَ فَانصِتُوا.

علامہ عینی عمدۃالقاری میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں ۔

وَ هَذَا حُجَّةٌ صَرِيحَةٌ فِي اَنَّ المُقتَدِیَ لَا يَجِبُ عَلَيهِ اَن يَقرأ خَلفَ الاِمَامِ اَصلاً عَلَى الشَّافِعِي فِي جَمِيعِ الصَّلٰوتِ وَعَلٰی مَالِكٍ فِي الظُّهرِ وَالعَصرِ (عُمدة القاری ج۳ ص ٦٩)

ترجمہ۔

یہ حدیث حجت صریح ہے کہ مقتدی پر امام کے پیچھے قرأت کرنا واجب نہیں اور یہ امام شافعیؒ (جو تمام نمازوں میں قرأت خلف الامام واجب سمجھتے ہیں) اور امام مالکؒ (جو ظہر عصر کی نماز میں قرأت خلف الامام کے قائل ہیں) پر زبر دست حجت ہے دیگر علماء احناف بھی اسی حدیث سے قرأت خلف الامام کی مطلقاً ممانعت ثابت کرتے ہیں۔

مگر یہ دونوں روایات صحیح نہیں ۔ صحیح مسلم کی حدیث ابو موسیٰ اشعریؓ میں قتادہ

راوی ہیں جو مدلسین میں سے ہیں حافظ ابن حجر طبقات المدلسین میں اسی قتادہ کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

وَهُوا مَشهُورٌ بِالتَّدلِيس وَصَفَهٗ بِهِ النِّسَائِي وَغَيرُهٗ اور حافظ ابن حجر نے قتادہ کو طبقہ ثالثہ کے مدلسین میں ذکر کیا ہے طبقہ ثالثہ کے بارہ میں وہ فرماتے ہیں

اَلثَّالِثَةُ مَنْ اَكثَرَ مِنَ التَّدلِيسِ فَلَم يَحتَجِّ الائِمَّةُ مِن اَحَادِيثِهِم اِلاَّ بِمَا صَرَّحُوا فِيهِ بِالسَّمَاعِ.

یعنی مرتبہ ثالثہ کے وہ مدلسین ہیں جنہوں نے کثرت سے تدلیس کی ہے اسی وجہ سے ائمہ حدیث نے ان کی احادیث سے احتجاج نہیں کیا مگر جہاں انہوں نے سماع کی تصریح کی ہو (وہ حدیث قابل حجت ہو گی)

اور دوسری حدیث ابو ہریرہؓ کی سند میں محمد بن عجلان واقع ہیں اور یہ بھی مدلس ہیں ان کی نسبت حافظ ابن حجر طبقات المدلسین میں فرماتے ہیں

مُحَمَّدُ بنُ عَجلَان المَدنی تَابِعِی صَغِیر مَشهورٌ وَصَفَهٗ ابنُ حَبَان بِالتدلیس.

کہ محمد بن عجلان کو امام ابن حبان نے مدلس کہا ہے۔

نہ قتادہ کا سماع یونس بن جبیر سے اور نہ محمد بن عجلان کا سماع زید بن اسلم سے ثابت ہے لهٰذا ان احادیث سے فاتحہ خلف الامام کی ممانعت کا استدلال درست نہیں امام مسلم صرف زیادت طرق کی وجہ سے متکلم فیہ روایت لے آئے ہیں اگر بالفرض ابو موسیٰ اشعریؓ اور ابو ہریرہؓ کی حدیث میں الفاظ **وَاِذَا قَرَأَفَانصِتُوا** کو صحیح بھی مان لیا جائے تو پھر بمطابق اصول جو عند الحنفیۃ معتبر ہے (کہ صحابی اپنے مروی کے خلاف فتویٰ دے تو اس کی روایت منسوخ سمجھی جائے گی) یہ **الفاظ منسوخ ہوگئے کیونکہ حضرت** ابو ہریرہؓ کا فتویٰ یہ ہے کہ نماز جہری ہو یا سری **مقتدی کو فاتحہ پڑھنی چاہئے اور یہ فتویٰ ان کی** روایت سے یقیناً متاخر ہے کیونکہ ابو ہریرہؓ نے

یہ فتویٰ قرأت فاتحہ خلف الامام ابو السائب کو دیا ہے اور یہ ابو السائب طبقہ ثالثہ سے ہیں یعنی اوساط تابعین میں سے ہیں۔

﴿احناف کی تیسری دلیل﴾

عَن ابنِ شَہَابِ ابن اُکَیمۃَ اللَّیثی عَن اَبِی ھُریرۃؓ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ اِنصَرَفَ مِن الصَلٰوۃِ جَھرَ فِیہِ با لقِراۃِ فقَالَ ھَل قَرأَ معی مِنکُم اَحَدٌ آنِفاً فَقَالَ رَجُلٌ نَعَم اَنَا یَا رَسُولُ اللّٰہِ قَا لَ فَقَالَ رَسُو لُ اللّٰہِ ﷺ اِنِی اَقُو لُ مَا لِی اُنَازَعُ القُرآنَ فا نتَھیٰ النَّاسُ عَنِ القِرا ۃِ .

(ابو داؤد‘ترمذی‘نسائی‘ابن ماجہ)

﴿الجواب﴾

اس حدیث میں مالی انازع القرآن کے آگے آخر تک کلام مدرج ہے جو کہ زہری تابعی کا قول ہے زہری کی عادت تھی کہ وہ اپنا قول حدیث مرفوع میں ملا دیا کرتے تھے چناچہ امام طحاویؒ لکھتے ہیں

اَنَّہُ رَایٰ الزُھرِیَ کَانَ یَخلِطُ کَلاَ مَہُ با لحَدِیثِ وَ لِذَالِكَ قَالَ لَہُ مُوسیٰ بنُ عُقْبَۃَ اِفصِل کَلاَ مَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ مِن کَلاَ مِكَ

(کذافی المعتصر ص ۱۲۵)

کہ زہری اپنے کلام کو حدیث نبوی کے ساتھ ملادیا کرتے تھے اسی وجہ سے موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے کہا آپ اپنے کلام کو رسول اللہ ﷺ کے کلام سے جدا اور الگ کیا کریں۔

امام بخاری جزء القرأۃ ص ۱۳ پر رقم طراز ہیں۔

وَ قَولُهٗ فَا نتَهی النَّاسُ مِن کَلَا مِ الذُهرِی. اور یہی بات امام بیہقیؒ نے معرفۃ السنن میں لکھی ہے۔ **وَ قَولُهٗ فَا نتَهیٰ النَّاسُ مِن کَلَا مِ الذُهرِی.**

کہ یہ جملہ **فَانتَهیٰ النَّاسُ** زہری کا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی " تلخیص الحبیر ص ۸۷ میں فرماتے ہیں۔

وَ قَولُهٗ فَا نتَهیٰ النَّا سُ اِلیٰ آخِرِهٖ مُدرَجٌ فِی الخَبَرِ مِن کَلامِ الذُّهرِی بَیَّنَهٗ الخَطِیبُ وَ اتَّفَقَ عَلَیهِ البُخارِیُ فِی التَّارِیخ وَاَبُو داوٗدُ وَ یَعقُوبُ بنُ سُفیَانَ وَ الخِطَابِیُ وَ غَیرُهُم .

علامہ نیموی آثار السنن کی تعلیق میں لکھتے ہیں۔

قُلتُ اِنَّ جَمعاً مِنَ الحُفَّاظِ قَدِاتَّفَقُوا عَلیٰ اَنَّ هٰذِهِ الزِّیَادَةَ مُدرَجَةٌ مِن کَلَامِ الذُهرِی الخ.

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ حفاظ حدیث امام بخاریؒ، امام خطابیؒ، امام ابوداؤدؒ، "امام ترمذیؒ امام ابن حبانؒ" امام یعقوب بن سفیانؒ وغیرہ نے یہ تصریح کی ہے کہ جملہ **فَا نتَهی النَّاسُ** مدرج ہے اور یہ زہری کا قول ہے چناچہ امام اوزاعی نے اپنی روایت میں مَا لِی اُنَا زِعُ القُرآن کے بعد یوں کہا ہے **قال الزهری فانتهی الناس** جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جملہ زہری کا قول ہے حدیث نہیں۔ نیز اس میں مطلق قرأت کا ذکر ہے سورہ فاتحہ کا ذکر نہیں کہ صحابہ کرام فاتحہ خلف الامام سے باز آگئے تھے۔

؎ مشکل بہت پڑے گی کہ برابر کی چوٹ ہے

احناف کی چوتھی دلیل

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ كَانَ لَهُ اِمَامٌ فَقِرأةُ الاِمَامِ لَهُ قِرأةٌ

(ابن ماجه)

احناف کی یہ بڑی مشہور دلیل ہے اس سے وہ احادیث قرأت خلف الامام کا نسخ بھی ثابت کرتے ہیں۔

مگر یہ حدیث سخت ضعیف ہے حضرت جابرؓ کی اس حدیث میں جابر جعفی ایک راوی ہیں جن کی نسبت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيتَ فِيمَن لَقِيتُ اَفضَلَ مِن عَطَاءٍ وَ لَا لَقِيتُ فِيمَن لَقِيتُ اَكذَبَ مِن جَابِرِ الجُعفِي مَا اَتَيتُهُ بِشَيءٍ مِن رَائِي قَطُّ اِلَّا جَاءَنِي فِيهِ بِحَدِيث۔

(كذافي تخريج الذيلعى ص ۲۴۸)

ترجمہ۔

جن لوگوں سے میری ملاقات ہوئی ہے ان میں سے عطاء سے زیادہ بہتر اور جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا میں نے نہیں دیکھا میں نے جب بھی جابر جعفی سے کوئی بات اپنی رائے سے بیان کی تو اس نے اس بارے میں ضرور کوئی حدیث مجھے [illegible] دی۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری ج۲ص ۲۴۲ میں لکھتے ہیں۔

کہ حنفیہ مطلقاً مقتدی سے قرأت خلف الامام کو ساقط قرار دیتے ہیں اس پر ان کا استدلال حدیث "مَن كَانَ لَهُ اِمَامٌ فَقِرأةُ الاِمَامِ لَهُ قِرأةٌ" سے ہے۔

لٰكِنَّهُ ضَعِيفٌ عِندَالحُفَّاظِ لیکن وہ حفاظ حدیث کے نزدیک ضعیف حدیث ہے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

اَمَّا قَوْلُهٗ ﷺ مَن كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرأَةُ الاِمَامِ لَهٗ قِرأَةٌ فَحَدِيثٌ ضَعِيفٌ

(تفسیر قرطبی)

ان متقدمین کے علاوہ علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں مولانا شمس الحق ڈیانوی نے عون المعبود میں مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری نے ابکار المنن میں اس کی تضعیف کی ہے لھذا جب یہ روایت ضعیف ہے تو اس سے استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

﴿فافھم وتدبر﴾

☆میری وفا کو دیکھ کر میری ادا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

﴿احناف کی پانچویں دلیل﴾

﴿منہ میں آگ﴾

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَن قَرأَ خَلْفَ الاِمَامِ مُلِئَى فُوهُ نَاراً

(اخرجه ابن حبان فی الضعفاء)

ترجمہ۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے قرأت کریگا تو اس کے منہ میں آگ بھری جائے گی۔

اس حدیث کی سند میں مامون بن احمد ایک راوی ہے جس نے یہ حدیث وضع کی ہے امام ابن حبان فرماتے ہیں مامون بن احمد دجالوں میں سے ایک دجال تھااور حافظ ابو نعیم نے لکھاہے کہ خبیث وضاع تھا جھوٹی حدیثیں ثقات سے روایت کیا کرتا تھا یہ وہی مامون بن احمد ہے جس نے منقبت ابو حنیفہ میں یہ حدیث بنائی۔

کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔یَکُوْنُ فِی اُمَّتِی رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ اَبُو حَنِیفَةَ هُوَ سِرَاجُ اُمَّتِی.

اور امام شافعیؒ کی تنقیص میں یہ حدیث گھڑی۔

عن اَنَسٍ مرفُوعاً یَکُوْنُ فِی اُمَّتِی رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ مُحَمَّدُ بنُ اِدرِیسَ (الشافعی) هُوَ اَضَرُّ علیٰ اُمَّتِی مِن اِبلِیسَ.

اسی طرح ایک حدیث رفع الیدین کے سلسلہ میں وضع کی۔

عَن اَبِی هُرَیرَةَ مَرفُوعاً مَن رَفَعَ یَدَیهِ فِی الصَّلٰوةِ فَلا صَلَاةَ لَهٗ۔اسی لئے یہ حدیث ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع ہے اس سے استدلال مناسب نہیں۔

﴿احناف کی چھٹی دلیل﴾

عَن اَبِی هُرَیرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ کُلُّ صَلٰوةٍ لا یُقرأُ فِیهَا بِاُمِّ الکِتَابِ فَهِیَ خِدَاجٌ اِلاَّ صَلٰوةً خَلفَ الاِمَامِ

(کتاب القرأت للبیهقی ص ۱۳۵)

ترجمہ۔

کہ جس نماز میں فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز ناقص ہے ماسوا اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی جائے۔

یہ روایت اگر چہ فاتحہ خلف الامام کی ممانعت پر صریح ہے مگر یہ اس قابل نہیں کہ اس سے استدلال کیا جائے چنانچہ امام بیہقی فرماتے ہیں اس روایت کی سند میں عبد الرحمٰن بن اسحٰق ہے جسے امام احمد منکر الحدیث کہتے ہیں اور امام یحییٰ بن معین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے پھر یہ روایت ابو ھریرۃؓ کی روایت کے بھی خلاف ہے جو وجوب فاتحہ خلف الامام کے بارہ میں ہے۔

﴿احناف کی ساتویں دلیل﴾

﴿مدرک رکوع﴾

عَنْ اَبِی بَکْرَۃَؓ اَنَّہٗ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالنَّبِیُّ ﷺ رَاکِعٌ فَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یَصِلَ اِلَی الصَّفِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ زَادَکَ اللّٰہُ حِرصاً وَلَا تَعُدْ

(بخاری ج۱ ص۱۰۸ السنن الکبریٰ ج۲ ص۹۰)

ترجمہ۔

حضرت ابو بکرہؓ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو نبی ﷺ رکوع میں تھے چنانچہ میں صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع میں چلا گیا اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے صف میں مل گیا (فراغت نماز کے بعد) آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تیری (نیکی کے کاموں پر) حرص بڑھائے پھر ایسا نہ کرنا۔

مولانا سرفراز صاحب نے اپنی کتاب احسن الکلام میں اس حدیث کو فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنے پر بطور استدلال پیش فرمایا ہے۔

مگر اس حدیث سے فاتحہ خلف الامام کی حرمت یا کراہت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ احناف کے نزدیک قیام مقتدی پر بھی فرض ہے۔ قدر قیام کے بارہ میں علامہ

الجزائری لکھتے ہیں۔

اَلحَنفِيَةُ قَالُوا اَلقَدرُ المَفرُوضُ مِنَ القِيَامِ هُوَ مَا يَسَعُ القِرأَةَ المَفرُوضَةَ

(الفقه علی مزاهب الاربعه ج ۱ ص ۲۲۸)

ترجمہ۔

کہ حنفیہ کہتے ہیں کہ قیام اس قدر فرض ہے جس میں قرأت مفروضہ

ادا ہو سکے۔

لہذا جب قیام کے فوت ہو جانے سے قیام کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی تو فاتحہ کی فرضیت کیسے ساقط ہو گی۔

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ حضرت ابو بکرہؓ رکوع کی حالت میں چلتے ہوئے صف میں شامل ہوئے جیسے فتح الباری ج ۲ ص ۲۶۸ میں ہے۔

مگر امام ابو حنیفہ اور دیگر احناف کہتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے بلکہ اگر تین قدم یا اس سے زائد چلے تو نماز باطل ہو جائے گی۔

☆ اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا ہی گھر نہ ہو

سوم اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ ابو بکرہ نے بعد میں رکعت نہیں پڑھی تھی۔

حافظ ابن حزم لکھتے ہیں۔

وَاَمَّا حَدِيثُ اَبِي بَكرَةَ فَلَا حُجَّةَ لَهُم فِيهِ اَصلاً لِاَنَّهُ لَيسَ فِيهِ اَنَّهُ اِجتَزَأَ بِتِلكَ الرَّكعَةِ وَ اِنَّهُ لَم يَقضِهَا. (المحلی لابن حزم ج ۳ ص ۲۴۴)

ترجمہ۔

ابوبکرہؓ کی حدیث میں ان کے لئے کوئی دلیل نہیں کیونکہ اس میں نہیں ہے کہ انہوں نے اسی رکعت پر اکتفا کیا اور نہ یہ ذکر ہے کہ انہوں نے وہ رکعت نہیں پڑھی تھی۔

لَا تَعُدْ یا لَا تُعِدْ کی بحث اس لئے غیر ضروری ہے کہ اسی حدیث کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں

صَلِّ مَا اَدرَکتَ وَ اقضِ مَا سَبَقَكَ (فتح الباری ج۲ ص۲۶۹)

ترجمہ۔

کہ جتنا حصہ پالیا وہ پڑھ اور جو رہ گیا وہ پورا کر۔لا محالہ انہوں نے وہ رکعت دوبارہ پڑھی ہوگی۔

یا پھر یہ ایک استثنائی صورت ہے جیسا کہ امام بیہقی نے لکھا ہے

قِرأةُ الاِمَامِ لِلمَامُومِ قِرأةٌ اِذَا اَدرَکَهُ فِی الرُّکُوعِ وَلَم یُدرِك مَعَهُ القِیَامَ

(کتاب القرأت ص۱۵۵)

ترجمہ۔

کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے صرف اس وقت کافی ہے جب مقتدی قیام کی بجائے رکوع کی حالت میں ملے۔

لهٰذا حضرت ابوبکرہؓ کی روایت قطعاً فاتحہ خلف الامام کے وجوب کے منافی نہیں بلکہ یہ ایک استثنائی صورت ہے۔

﴿احناف کی آٹھویں دلیل﴾

حدیث ابنِ عبّاسؓ اور حدیث عائشہؓ جن میں یہ الفاظ آئے ہیں ۔" وَ اَخَذَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ مِنَ القِرأَۃِ مِن حَیثُ کَانَ بَلَغَ اَبُوبَکرٍ" (ابن ماجہ،مسند احمد،شرح معانی الآثار)

ترجمہ۔

(حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ آپ ؐ کی مرض الموت میں آخری باجماعت نماز کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں)
کہ رسول اللہ ﷺ نے وہیں سے قرأت کو شروع فرمایا جہاں حضرت ابوبکرؓ پہنچے تھے (اور انہوں نے قرأت کو چھوڑا تھا)

حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے فاتحہ نہیں پڑھی معلوم ہوا فاتحہ نماز میں ضروری نہیں اس کے بغیر نماز ہو جاتی ہے ۔

﴿الجواب﴾

با اعتبار سند دونوں روایات ضعیف اور ناقابل استدلال ہیں ۔ابن عباسؓ والی حدیث کا مدار ابو اسحٰق سبیعی پر ہے جو مدلس ہونے کے ساتھ آخر عمر میں مختلط ہو گئے تھے اور حدیث عائشہؓ کی سند میں دو راوی ضعیف ہیں ایک ابو معاویہ جس کا کوئی تعین نہیں اور دوسرا عبدالرحمٰن بن ابوبکر سخت ضعیف ہے ۔
امام بخاریؒ نے ذاھب الحدیث ،یحیٰی بن معین نے ضعیف اور احمد بن حنبل نے منکر الحدیث اور امام نسائیؒ نے متروک کہا ہے ۔
اس کے بر عکس بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت عائشہؓ سے جو روایت

بیان کی ہے اس میں ظہر کی نماز کا تذکرہ ہے جس میں قرأت جہر سے ہوتی ہی نہیں۔

اگر بالفرض تسلیم کرلیا جائے کہ وہ نماز جہری تھی تب بھی حدیث کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ آپؐ نے فاتحہ پڑھ کر بلند آواز سے وہاں سے قرأت کی ہو جہاں سے ابو بکرؓ نے چھوڑا۔

یا ممکن ہے آپؐ نے اس رکعت کا اعتبار نہ کیا ہو۔بعد میں اعادہ کرلیا ہو۔نیز اس میں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ آپؐ نماز میں بطور مقتدی شامل ہوئے تھے یا بطورِ امام۔آپ ﷺ کا صفوں کو چیر کر ابو بکرؓ کے پاس جانا اور ان کی بائیں جانب بیٹھنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ آپؐ اول ہی سے امام بن کر شامل ہوئے تھے جیسا کہ امام طحاوی نے تصریح فرمائی ہے۔

ایسی صورت میں ابن عباس کی مذکورہ حدیث کا قرأت مقتدی سے کوئی تعلق نہیں۔ اس حدیث سے نسخ قرأت مقتدی پر استدلال کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو تدبر سے عاری ہیں۔

﴿احناف کی نویں دلیل﴾

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ اَبِی اَوفٰی قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلیٰ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اِنِّی لَا اَحسَنُ القُرآنَ فَعَلِّمنِی شَیئاً یُجزِینِی مِنَ القُرآنِ قَالَ اَلحَمدُ لِلّٰهِ وَ سُبحَانَ اللّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکبَرُ وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الخ

(کتاب القرأت للبیھقی ص ۷۰)

ترجمہ۔

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے اچھی طرح قرآن نہیں

آتا آپؐ نے الحمدللہ ،سبحان اللہ ،لا الہ الااللہ ،اللہ اکبر ،لا حول ولا قوۃ الاباللہ وغیرہ کلمات سکھلادیئے۔

مانعین اس حدیث سے یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ آپؐ نے اسے یہ نہیں کہا کہ فاتحہ ضرور پڑھو ورنہ تمہاری نماز نہ ہوگی بلکہ آپؐ نے فاتحہ کی بجائے نعم البدل یہ کلمات بتائے۔

سوال یہ ہے کہ اگر فاتحہ فرض نہ تھی تو اسے پوچھنے کی ضرورت کیا تھی نیز حضورﷺ نے بدل کیوں بتایا یہ کیوں نہیں فرمایا کہ فاتحہ نہیں آتی نہ سہی یہ فرض تھوڑی ہے خاموشی سے کھڑے رہاکرو۔

جیسے کوئی معذور یا بیمار آدمی کو جو وضوء نہ کرسکتا ہو وضوء کا بدل تیمم بتا دے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وضوء فرض نہیں رہا جس طرح تیمم سے وضوء کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی اسی طرح فاتحہ کا نعم البدل بتانے سے فرضیت فاتحہ ساقط نہ ہوگی۔

احناف کی دسویں دلیل

سَمِعتُ جَابِرَبنَ عَبدَ اللّٰهِ يَقُولُ سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ مَن صَلّٰى صَلوٰةً لَم يَقرأفِيهَا بِفَاتِحَةِالكِتَابِ فَلَم يُصَلِّ اِلَّا وَرَآالاِمَامِ

(كتاب القرأت للبهقي ص ۱۱۰)

ترجمہ۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہﷺ سے سنا آپؐ فرماتے تھے جس شخص نے کوئی ایسی نماز پڑھی جس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس نے نماز ہی نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے مولانا احمد علی سہارنپوری اپنے رسالہ

”الدلیل القوی“ میں اس دلیل کی نسبت لکھتے ہیں

” وجیست شافی وکافی کہ مادہ نزاع را از بیخ برکند۔ وھو الحق المبین“

کہ فاتحہ خلف الامام کے نزاع کو جڑ سے اکھاڑ نے کے لئے یہی دلیل کافی وشافی ہے

مگر یہ حدیث ضعیف اور ناقابل استدلال ہے اس کی سند میں یحیٰی بن سلام واقع ہے

اور وہ ضعیف ہے۔امام دارقطنی اس حدیث کو روایت کرکے لکھتے ہیں

”**يحيىٰ بنُ سَلَامٌ ضَعِيفٌ وَ الصَّوابُ اَنَّهٗ مَوقوفٌ**“یحیٰی بن سلام ضعیف ہے

اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

امام طحاوی ایک حدیث کی نسبت جس کی سند میں یحیٰی بن سلام واقع ہے لکھتے ہیں۔

ذَالِكَ حَدِيثُ يَحيىٰ بنِ سَلَامٍ عَن شُعبَةَ فَهُوَ مُنكَرٌ لَا يُثبِتُهٗ اَهلُ العِلمِ بِالرِّوَايَةِ لِضُعفِ يَحيىٰ بنِ سَلَامٍ. (شرح معانی الآثار ج۱ ص ۴۳۰)

ترجمہ۔

یحیٰی سلام کی یہ حدیث منکر ہے رواۃ کا علم رکھنے والے محدثین یحیٰی بن سلام کے ضعف کی وجہ سے اسے درست نہیں مانتے۔

الحاصل

جابر کی یہ حدیث مرفوعاً ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔

☆ ضد چھوڑیئے برسر انصاف آیئے
انکار ہی رہے گا میری جان کب تلک

قرأت فاتحہ خلف الامام کے بارہ میں

امام ابو حنیفہؒ کا مناظرہ

قارئین کرام

ہمارے حنفی بھائی بڑے فخر کے ساتھ بیان کیا کرتے ہیں کہ

علماء کا ایک گروہ امام صاحب کے پاس قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں مناظرہ کی غرض سے آیا اور امام ابو حنیفہؒ سے ترک فاتحہ للمقتدی کی دلیل طلب کی اور دعوت مناظرہ دی کہ ہم لوگ آپ سے اس مسئلہ میں مناظرہ کرنے آئے ہیں ۔امام صاحب نے فرمایا میں تنہا ہوں آپ اتنے علماء سے کیونکر مناظرہ کر سکتا ہوں آپ اگر مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو اپنے میں سے ایک شخص کو مناظرہ کے لئے منتخب کریں چنانچہ ان علماء نے اسی وقت اپنے میں سے ایک شخص کو مناظرے کے لئے منتخب کر کے آگے کر دیا ۔

امام صاحب نے فرمایا کہ اگر یہ شخص جس کو آپ نے منتخب کیا ہے ہار جائے تو تم سب کی ہار مانی جائے گی اور اگر میں ہار جاؤں گا اور یہ شخص مجھ پر غالب آجائے تو آپ سب کی جیت تصور کی جائیگی ۔

علماء کے اس گروہ نے کہا بے شک یہ ہمارا نمائندہ ہے اس کی ہار ہماری ہار ہے اور اس کی جیت ہماری جیت ہو گی۔امام صاحب نے فرمایا کہ مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد پڑھنے سے منع کرنے کی بس میری یہی دلیل ہے ۔ جب آپ سب کی طرف سے مناظرہ کے لئے صرف ایک شخص کافی ہو سکتا ہے ۔تو نماز میں امام کی قرأت سب مقتدیوں کو کیونکر کفایت نہیں کرے گی۔

چنانچہ امام ابو حنیفہؒ کی یہ تقریر سن کر تمام علماء جو مناظرہ کے لئے آئے تھے مغلوب ہو کر واپس چلے گئے۔

اگرچہ علماء حنفیہ اس مناظرہ کو بہت فخر سے بیان کرتے اور اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں جیساکہ مولانا احمد علی سہارنپوری نے اپنی کتاب الدلیل القوی میں اس مناظرہ کو نقل فرمایا ہے اور اسی پر رسالہ کا خاتمہ بالخیر کردیا ہے۔

مگر میرے نزدیک تو یہ مناظرہ فرضی اور مصنوعی معلوم ہوتا ہے نامعلوم وہ علماء جو مناظرہ کی غرض سے آئے تھے امام صاحب کی یہ تقریر سن کر کیسے مغلوب اور لاجواب ہوکر فرار ہوگئے۔

جب کہ ایک ادنیٰ سا طالب علم یا سمجھ دار عام آدمی بھی یہ سوال کر سکتا تھا کہ حضور آپ کی اس تقریر سے تو لازم آتا ہے کہ مقتدی لوگ نماز میں اول سے آخر تک بالکلیہ چپ رہیں کچھ بھی نہ پڑھیں نہ تکبیر کہیں نہ دعا وثنا اور نہ رکوع و سجود میں تسبیحات اور نہ تشہد میں التحیات وغیرہ کیونکہ امام تو یہ سب پڑھتا ہی ہے اسی کا پڑھنا سب مقتدیوں کو کفایت کرجائے گا جیسا مجلس مناظرہ میں ایک مناظر کی تقریر اس مجلس میں موجود سب کے لئے کافی ہوتی ہے۔جواب میں امام صاحب کو جو دقت پیش آتی ہے وہ محتاج بیان نہیں

☆ نہ صدمے تم ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے۔
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوایاں ہوتیں

پھر اس مناظرہ میں جب علماء نے قرأت خلف الامام کے ممنوع ہونے کی دلیل طلب کی تو امام صاحب نے آیۃ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرآنُ کو پیش نہیں کیا بلکہ حدیث

مَن کَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرأۃُ الاِمَامِ لَهٗ قِرأۃٌ کے حاصل مضمون کو عنوان بدل کر پیش کیا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک اس آیت سے استدلال صحیح نہیں تھا۔ورنہ اتنے علماء کے سامنے اسی آیت کو بطور استدلال پیش کرتے۔ ایسے موقع میں دلیل قطعی کو چھوڑ کر دلیل ظنی کو اختیار کرنا جس میں کئی طرح کے احتمالات ہیں عظمت شان امام ابو حنیفہؒ سے بعید ہے۔

میرے خیال میں یہ مناظرہ بھی امام صاحب کے کسی نادان دوست نے خود گھڑ کر ان کی طرف منسوب کردیا ہے جیسے کئی دیگر بے اصل اور بے سروپا باتیں ان کی طرف منسوب ہیں۔

☆ جو کچھ لکھا تھا وہ سب پیش کر دیا

ارباب علم شوق سے اب تبصرہ کریں

العبد عبدالحمید عفی عنہٗ

فاضل عربی

فاضل جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ

خطیب جامع مسجد اہل حدیث احمد پورہ سیالکوٹ

- جامع البیان فی مسائل رمضان
- عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت
- مسئلہ رویئت ہلال
- حیات النبی ﷺ
  دلائل کی روشنی میں
- احکام قربانی
- اہمیت دعا
- تحقیق العینین
  فی اثبات رفع الیدین
- ازالۃ الاوھام
  فی وجوب الفاتحۃ خلف الامام
- القول المفید فی ردالتقلید
- الجواہر المفیدہ
  فی ترجمہ القراۃ الرشیدہ